

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

# میلاداد بی

لرز

علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

ناشر مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال



ذخیرہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شر قپوری، نقشبندی مجددی

جو 2001ء میں میاں صاحب نے

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو عطا فرمایا

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ



صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

# مِللاداد

از

عجۃ الاسلام غزالی وقت محدث اعظم حضرت علامہ

سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

شیخ الحدیث و مستم مدرسہ انوار العلوم ملتان

ناشر: مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

# عَرَضِ نَاشِر

مکتبہ فریدیہ ساہیوال

قارئین کرام

86959

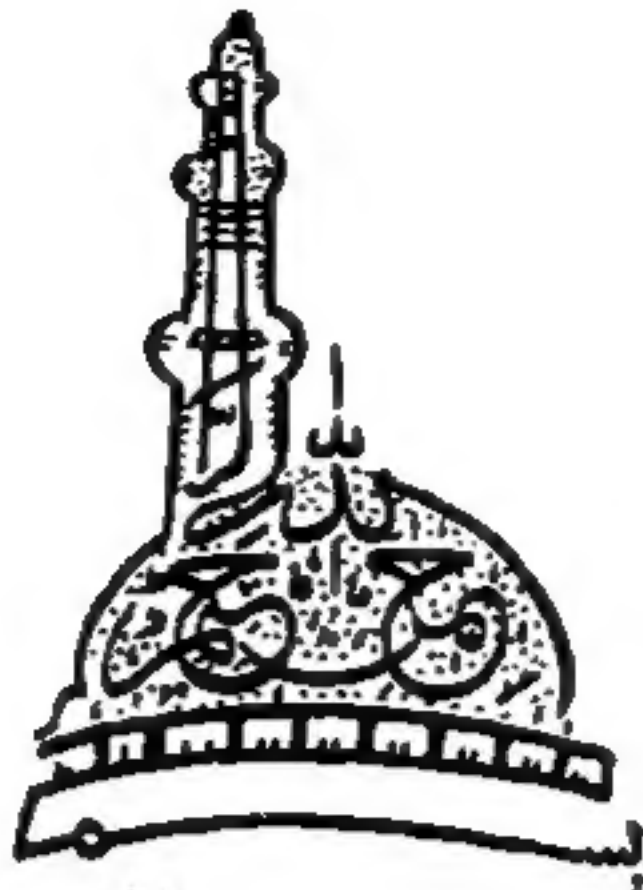
حضرت غزالی زماں دامت برکاتہم العالیہ کی ذات گرامی علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔  
معراج النسبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحق المبین، تقریر منیر، تسکین الخواطر، حجیت حدیث جیسی بلند پایہ علمی کتابیں اہل علم سے آپ کی جلالت علم کا سکہ منوایں ہیں۔ زیر نظر کتاب میلاد النسبی (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھ کر آپ نے علماء اور عشاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خصوصاً باب منبر پر احسان عظیم فرمایا ہے۔  
اگرچہ اردو زبان میں اس موضوع پر بے شمار تصنیفات شائع ہو چکی ہیں۔ مگر ان میں زیادہ تر انہی واقعات کو لکھنے پر اکتفا کیا گیا جو زبان زد خاص و عام ہیں۔ لیکن حضرت غزالی زماں دامت برکاتہم نے قرآن و حدیث فقہ و تفسیر سیرت و تصوف کی بے شمار کتابوں کے گہرے مطالعے کے بعد وہ گوہر ہاتے گرا نمایہ صفحات قرطاس پر بکھیرے ہیں۔ جن کو قارئین عوام کا تو ذکر ہی کیا خواص میں سے بھی بہت ہی کم حضرات کو دیکھنے کا شرف حاصل ہو گا۔

یہ کتاب پہلے ہی کئی بار طبع ہوئی، لیکن اس کی کتابت و طباعت پر کما حقہ توجہ نہ دی گئی۔ احباب کے پُر زور مطالبے پر ”مکتبہ فریدیہ ساہیوال“ نے پوری محنت معیاری کتابت و طباعت اور جدید صورت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

”گر قبول افتد زہے عز و شرف“

ابوالعطاء حافظ نعمت علی چشتی  
سیالوی





نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

## صَبْحِ طَيِّبٍ

صبحِ طیبہ میں ہوئی بٹائے باڑا نور کا  
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

ماہِ ربیع الاول شریف وہ نورانی مہینہ ہے جس کی آغوش میں نورِ مبین کے جلوے  
قیامت تک چمکتے رہیں گے۔ بموجب فرمانِ خداوندی و ذکرِ ہم بایام اللہ۔ آج ہمیں اس مبارک  
دن کی یاد تازہ کرنی ہے۔ جو سیدِ ایامِ الشریعہ یعنی یومِ ولادت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔  
یہ وہ مبارک دن ہے جس میں خدا کے سب سے پہلے اور آخری نبی جناب احمد مجتبیٰ حضرت  
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ اس مضمون میں ہمیں سب سے پہلے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت و ولادت اور بعثت پر روشنی ڈالنی ہے۔

تشریح

عالمِ اجسام میں جلوہ گر ہونے سے پہلے ذاتِ پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا  
عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقتِ محمدی ہے، اور اس واپر دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا پیدا ہونا ولادت محمدی ہے۔ اور چالیس سال کی عمر شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وحی نبوت سے مشرف ہو کر لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے پر مامور ہونا بعثت محمدی ہے۔ اور اس اجمال گفتگو کے بعد تفصیل کی طرف آئیے۔ اور سب سے پہلے خلقت محمدی کا بیان قرآن و حدیث کی روشنی میں سنئے۔

## خَلَقَتْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اجسام سے قبل عالم امر میں ذوات انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نص قرآن سے ثابت ہے جس کا مقتضایہ ہے کہ ذوات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بطریق اولیٰ عالم ارواح میں موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے :-

اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ دیا میں نے تم کو کتاب اور حکمت سے اور آئے تمہارے پاس رسول مقرر جو تصدیق کرنے والا ہو۔ اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے۔ تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے۔ اور اس کی ضرورت دو کر دگے۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کر لیا۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کر لیا۔ فرمایا تو اب گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ



وَإِذَا أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ  
ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ  
بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا

اور جب نکالاتی رہے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں  
سے ان کی اولاد کو اور اقرار لیا ان سے ان کی جانوں  
پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب! بولے کیوں نہیں

(بیشک تو ہمارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں۔

تمام نفوس بنی آدم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ قدسی نے بلیٰ کہہ کر اللہ تعالیٰ  
کی ربوبیت کا اقرار فرمایا، اور باقی تمام نفوس بنی آدم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار پر اقرار کیا۔  
اس واقعہ کا مقتضی بھی یہی ہے کہ ذاتِ پاکِ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء مخلوق ہو کر عدم سے وجود  
میں جلوہ گر ہو چکی تھی۔

وَإِذَا أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ  
وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ  
مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا

اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور  
تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ  
سے جو بیٹا ہے مریم کا۔ اور لیا ہم نے ان سے پکا  
اقرار۔

اس آیتِ کریمہ میں جس عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغِ رسالت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ  
نے جہاں دیگر ونبیاء علیہم السلام سے تبلیغِ رسالت پر عہد لیا۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی  
یہ عہد و اقرار کر لیا یہ واقعہ بھی عام میثاق کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کی خلقت اس وقت  
نہ ہو گئی ہوتی تو اس عہد و اقرار کا ہونا کس طرح مقصور ہوتا۔

یہ ہا یہ امر کہ خلقتِ محمدی تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی  
خلقت سے پہلے ہے۔ تو اس مضمون کی طرف قرآن کریم کی بعض آیات میں واضح اشارات پائے جاتے  
ہیں۔ اولاً ماورث صحیح میں تو صراحتاً وارد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اقل خلق ہیں۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام  
سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ مخلوق ہوئی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے  
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ  
یہ سب رسول ہیں۔ فضیلت دی ہم نے ان

لہ علیہم السلام

مَنْ كَلَّمَ اللَّهَ دَرَجَةً بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ۔ کے بعض کو بعض پر، بعض ان میں سے وہ ہیں۔

جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کئے۔

جن کے درجے بلند کیے، وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور کے درجوں کی بلندی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ درجات خلقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے بلند ہے اور آپ سب سے پہلے مخلوق ہو کر سب کی اصل ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لیے۔

آیت کریمہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے لیے رحمت ہیں۔ اس آیت میں العلین اسی طرح اپنے عموم پر ہے۔ جیسے ”الحمد لله رب العالمین“ یہ صحیح ہے کہ بعض مواقع میں العلین قرآن خارجہ کی وجہ سے مخصوص ہے۔ لیکن اس آیت کریمہ میں کوئی دلیل مخصوص نہیں پائی جاتی۔ بعض قرآن خارجہ اس کے عموم کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضور علیہ السلام کا رحمتہ للعلین ہونا جہت رسالت سے ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہونے کی وجہ سے رحمت ہیں۔ لہذا رحمت کا عموم رسالت کے عموم کے عین مطابق ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لیے رسول ہوں گے، اسی کے لیے رحمت قرار پائیں گے۔ اب یہ معلوم کر لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس کے لیے رسول بن کر تشریف لائے۔ تو مسلم شریف کی حدیث میں وارد ہے۔

أَرْسَلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً۔ میں ساری مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا

ہوں۔

جب وہ ساری مخلوق کے لیے رسول ہوئے تو رسول عالمین قرار پائے۔ لہذا ضروری ہوا، کہ آپ رحمتہ للعلین ہوں۔ ثابت ہوا کہ جس طرح حضور کی رسالت تمام عالمین کے لیے عام ہے۔



۱۔ ارج آپ کی رحمت بھی تمام جہانوں کے لیے عام اور ماسویٰ اللہ کو محیط ہے۔

۲۔ یہ شبہ کہ کفار و مشرکین وغیرہ بدترین لوگوں کے لیے حضور رحمت نہیں اس لیے کہ وہ عذاب

الہی میں مبتلا ہوں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ظہور رحمت کے مراتب ہر ایک کے حق میں

مستند ہیں۔ روح المعانی میں اسی آیت کے تحت مرقوم ہے۔ ولا تفريق بين المؤمن والكافر

من الانس والجن في ذلك والرحمة متفاوتة۔ (تفسیر روح المعانی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب

کے لیے رحمت ہیں۔ اس بارے میں مومن و کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ مگر رحمت ہر ایک کے حق

میں مختلف اور متفاوت ہے۔ کہ ان کا مبتلائے عذاب ہونا اس لیے ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے منہ پھیرا اور نہ حضور کی رحمت میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ رحمن اور رحیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَحُشِّيْ دَسِيعَتُ

كُلِّ شَيْءٍ مِّرِّيْ رَحْمَتٍ ہر شے پر وسیع ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی کفار مبتلائے عذاب ہوں گے۔ تو

کیا اللہ تعالیٰ کے رحمن و رحیم ہونے میں کچھ فرق آئے گا؟ یا کُلِّ شَيْءٍ کے عموم سے انہیں خارج سمجھا جائیگا

معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ نہیں اور ہرگز نہیں، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہر شے پر وسیع

ہے۔ مگر بعض افراد اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے اس قابل ہی نہیں کہ رحمت خداوندی سے فائدہ اٹھائیں۔

معلوم ہوا۔ کہ کسی کا رحمت سے فائدہ نہ اٹھانا رحمت کے عموم کے منافی نہیں ہے۔

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا استثناء تمام عالمین کے لیے رحمت

ہیں۔ اور عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرد عالم کے

لیے رحمت ہیں۔ اور حضور کے رحمت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مرتبہ ایجاب میں تمام عالم کا موجود ہونا

بواسطہ وجود سید الموجدات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل ایجاب میں حضور

کے بغیر کوئی فرد ممکن موجود نہیں ہو سکتا۔ وجود نعمت ہے۔ اور عدم اس کی ضد۔ کل موجودات نعمت

وجود میں حضور کے واسطے رحمت سے وابستہ ہیں، ظاہر ہے کہ جو ذات کسی کے وجود کا سبب اور

واسطہ ہو، وہ یقیناً اس کے لیے رحمت ہے۔ رحمت کی حاجت ہوتی ہے۔ اور جس چیز کی حاجت ہو

وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے۔ چوں کہ تمام عالمین اپنے وجود میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے حضور کا وجود ضروری ہوگا۔ نیز یہ کہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہیں۔ تو اس وجہ سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالمین سے پہلے موجود و مخلوق ہونا ضروری ہے کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اسی آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل کائنات ہونا بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ صاحب تفسیر عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۵۲ و صاحب تفسیر روح المعانی نے ص ۹۱ پ ۱، اسی آیت کے ذیل میں نہایت تفصیل سے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ اصل کا وجود فرع سے پہلے ہوتا ہے، اس لیے ذات پاک محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اصل کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔ الحمد للہ خوب واضح ہو گیا کہ خلقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات عالم سے پہلے ہے۔

تیسری آیت جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت خلقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے۔ آیت کریمہ ”وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ یعنی میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔ صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں۔ (وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ) اشارۃ الی تقدیم روحہ وجوہہ علی جمیع الکون اس آیت میں اشارہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی روح پاک اور جوہر مقدس جمیع کون یعنی ماسوائے اللہ پر مقدم ہے۔ عرائس البیان جلد ۱ صفحہ ۲۳۸

ظاہر ہے کہ اختیاری یا غیر اختیاری اسلام سے تو عالم کا کوئی فرقہ خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْہًا وَاِلَیْہِمْ یَرْجِعُوْنَ ۝

پھر سب اسلام لانے والوں سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے ہوں۔ لہذا اس آیت سے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت تمام کائنات سے پہلے معلوم ہوئی۔

اس کے بعد احادیث میں مضمون کو ملاحظہ فرمائیے۔



”حضرت امام عبدالرزاق صاحب مصنف نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قرباں ہوں، آپ مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی چیز کوئی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اے حبیب! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا۔ نہ جنت تھی، نہ دوزخ تھی۔ نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انسان، جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے۔ تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا۔ دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسری سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے، پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے سے آسمان بنائے دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ تو پہلے سے مومنین کی آنکھوں کا نور بنایا اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا جو معرفت الہی ہے۔ اور تیسرے سے ان کا نور اُنس پیدا کیا اور وہ توحید ہے جس کا خلاصہ ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ، الخ

مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۹ سیرت حبیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۰، زرقانی جلد اول صفحہ ۴۴

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق سے حبیل القدر محدثین جیسے امام قسطلانی شامی بخاری و امام زرقانی اور امام حجر مکی اور علامہ فارسی اور علامہ دیاربکری نے اپنی تصانیف جلیلہ افضل القراءے، مواہب اللدنیہ مطالع المسرات خمیس اور زرقانی علی المواہب میں نقل فرما کر اس پر اعتماد اور اس سے مسائل کا استنباط کیا۔

امام عبدالرزاق صاحب مصنف جو اس حدیث کے مخرج ہیں، امام احمد بن حنبل جیسے اکابر ائمہ دین کے استاذ ہیں۔ تہذیب التہذیب میں ان کے متعلق لکھا ہے۔ وقال احمد بن صالح المصری

قلت لا احمد بن حنبل رأيت احدا احسن حديثا من عبد الرزاق قال لا - (تہذیب التہذیب)

ص ۳۱۱، جلد ۶

احمد بن صالح مصری کہتے ہیں، میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کیا آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبد الرزاق سے بہتر دیکھا۔ انہوں نے فرمایا ”نہیں“۔

امام عبد الغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیقہ ندیہ میں اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں،، قد خلق کل شیء من نوره صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیحہ اسی حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دلائل النبوة میں تقریباً اسی طرح روایت فرمایا ہے۔ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں علامہ فاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قد قال الاشعری انه تعالى نور ليس كالانوار والروح النبوة القدسية ملف من نوره والملائكة شرو تلك الانوار وقال صلى الله عليه وسلم اول ما خلق الله نوري ومن نوري خلق كل شیء وغیره مما فی سعناہ یعنی، عقائد میں اہل سنت کے امام سید ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے کہ کسی نور کی مثل نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ اسی نور کی چمک ہے۔ اور فرشتے انہی انوار سے بھرے ہوئے پھول ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا۔ اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔“

اس حدیث کے علاوہ اور بھی حدیثیں اس مضمون میں وارد ہیں۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوة میں فرمایا: ”اور حدیث صحیح وارد شد کہ اول ما خلق الله نوري (مدارج النبوة جلد ۲ ص ۱۷) پھر حدیث جابر کا مضمون بیان فرمایا۔ کثیر التعداد، جلیل القدر ائمہ کا اس حدیث کو قبول کرنا اور تصحیح فرمانا اس پر اعتماد کر کے اس سے مسائل استنباط کرنا۔ اس کے صحیح ہونے کی روشن دلیل ہے۔ خصوصاً سیدنا عبد الغنی نابلسی رضی اللہ عنہ کا حدیقہ ندیہ کے مبحث کے فروع ستین من آفات اللسان فی مسئلہ ذم الطعام میں اس حدیث کے متعلق



الحديث الصحيح فرمانا صحت حدیث کو زیادہ واضح کرتا ہے۔ ان مختصر جملوں سے ان حضرات کو مطمئن کرنا مقصود ہے جو اس حدیث کی صحت میں متردد رہتے ہیں۔

اس حدیث میں نورہ کی اضافت بیانہ ہے۔ اور نور سے مراد ذات ہے۔ زرقانی جلد اول ص ۴ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک یعنی ذات مقدسہ کو اپنے نور یعنی اپنی ذات مقدسہ سے پیدا فرمایا، اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی ذات حضور علیہ السلام کی ذات کا مادہ ہے۔ نعوذ باللہ

حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے، تو اسے تو بہ کرنا فرض ہے۔ اس لیے کہ ایسا ناپاک عقیدہ غلط کفر و شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ بلکہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ذاتی تہل فرمائی جو حسن الوہیت کا ظہور اول تھی۔ بغیر اس کے ذات خدا زمدی نور محمدی کا مادہ یا حصہ اور جزو قرار پائے۔ یہ کیفیت متشابہات میں سے ہے۔ جس کا سمجھنا ہمارے لیے ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن و حدیث کے دیگر متشابہات کا سمجھنا۔ البتہ نکتے اور لطیفے کے طور پر آنا کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہو جاتا ہے۔ لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی نورانیت اور روشنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اور ہمارا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا ہے کہ شیشے کا نور آفتاب کے نور سے ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا۔ اور آئینہ محمدی نور ذات احدی سے اس طرح منور ہوا کہ نور محمدی کو نور خدا زمدی سے قرار دینا صحیح ہوا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک یا اس کی کسی صفت میں کوئی نقصان اور کمی واقع نہیں ہوئی۔ شیشہ سورج سے روشن ہوا۔ اور اس ایک شیشہ سے تمام شیشے منور ہو گئے۔ نہ پہلے شیشے نے آفتاب کے نور کو کم کیا اور نہ دوسرے شیشوں نے پہلے شیشے کے نور سے کچھ کمی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ فیضان وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضور کو پہنچا اور غفر کی ذات سے تمام ممکنات کو وجود کا فیض حاصل ہوا۔

اس کے بعد اس شبہ کو بھی دور کرتے جائیے۔ کہ جب ساری مخلوق حضور کے نور سے موجود ہوئی۔ تو ناپاک، نجیث اور قبیح اشیاء کی بُرائی اور قباحت معاذ اللہ حضور علیہ السلام کی طرف منسوب ہوگی جو حضور کی شدید توہین ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آفتاب وجود ہیں، اودکل مخلوقات حضور علیہ السلام کے آفتاب وجود سے فیضان وجود حاصل کر رہی ہے جس طرح اس ظاہری آفتاب کی شعاعیں تمام کرہ ارضی میں جمادات و نباتات اودکل معدنیات جملہ موالید اور جوہر اجسام کے حقائق لطیفہ اور خواص و اوصاف مختلفہ کا اضافہ کر رہی ہے۔ اور کسی کی اچھی بُری خاصیت کا اثر شعاعوں پر نہیں پڑتا، نہ کسی چیز کے اوصاف و اثرات سورج کے لیے قباحت اور نقصان کا موجب ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے زہریلی چیزوں کا زہر اور مہلک اشیاء کی یہ تاثیرات معدنیات و نباتات وغیرہ کے الوان طعوم و روایح، کھٹا، میٹھا مزا، اچھی بُری بوسب کچھ سورج کی شعاعوں سے برآمد ہوتی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی چیز کی کوئی صفت سورج کے لیے مار کا موجب نہیں، کیوں کہ یہ تمام حقائق آفتاب اور اس کی شعاعوں میں انتہائی لطافت کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور اس لطافت کے مرتبے میں کوئی اثر بُرا نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ جب وہ لطیف اثرات اور حقائق سورج اور اس کی شعاعوں سے نکل کر اس عالم اجسام میں پہنچتے اور رفتہ رفتہ ظہور پذیر ہوتے ہیں تو ان میں بعض ایسے اوصاف و خواص پائے جاتے ہیں جن کی بنا پر انہیں قبیح ناپاک اور بُرا کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان برائیوں کا کوئی اثر سورج یا اس کی شعاعوں پر نہیں پڑ سکتا۔ اسی طرح عالم اجسام میں کثیف اور نجس چیزوں کا کوئی اثر حضور علیہ السلام کی ذات پاک پر نہیں پڑ سکتا۔

اس کے بعد یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ سورج کی شعاعیں ناپاک گندی چیزوں پر پڑنے سے ناپاک نہیں ہو سکتیں۔ تو انوارِ محمدی کی شعاعیں عالم موجودات کی برائیوں اور نجاستوں سے معاذ اللہ کیوں کر متاثر ہو سکتی ہیں۔ نیز یہ کہ حضور علیہ السلام کے نور میں حقائق اشیاء پائی جاتی ہیں اور حقیقت کسی چیز کی نجس اور ناپاک نہیں ہوتی۔ نجاستیں مٹی میں دب کر مٹی ہو جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہیں۔ پتھروں کا جو کھا دکھیتوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اسی کے نجس اجزاء پودوں کی غذا بن کر غلہ اناج، پھول



اور پھل سبز یوں اور تر کاریوں کی صورت میں ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ اور وہی اجزائے غلیظہ عقدہ اور پھل بن کر ہماری غذا بن جاتے ہیں جنہیں پاک سمجھ کر ہم کھاتے پیتے اور کسی قسم کا تردد و دل میں نہیں لاتے۔ ثابت ہوا کہ ناپاکی کے اثرات ضرور نعینات آتے ہیں جو محض امور اعتباریہ ہیں حقیقتیں ناپاک نہیں ہوا کرتیں اس لیے کل مخلوقات کا نور محمدی سے موجود ہونا کسی اعتراض کا موجب نہیں۔

## تقسیم نور

حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو بار بار تقسیم نور کا ذکر آیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ نور محمدی تقسیم ہوا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے جب نور محمدی کو پیدا فرمایا تو اس میں شمع و در شمع بڑھا تا گیا اور وہی مزید شمعیں تقسیم ہوتی رہیں۔ اس مضمون کی طرف علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اشارہ فرمایا۔ دیکھئے زرقانی علی المواہب جلد اول ص ۴۹۔

رہا یہ شبہ کہ نور محمدی سے روح محمدی مراد ہے۔ لہذا حضور علیہ السلام کا نور ہونا ثابت نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں خود نبیک من نورہ واروہ ہے۔ جس طرح نورہ میں انصاف بیانیہ ہے۔ اور لفظ نور سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح نور نبیک میں انصاف بیانیہ ہے۔ اور لفظ نور سے ذات پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ لہذا ذات محمدی کو لفظ نور سے تعبیر فرمایا گیا ہے اس مقام پر یہ کہنا کہ صرف روح پاک نور ہے جسم اقدس نور نہیں، بے خبری پر مبنی ہے جسم اقدس کی لطافت اور نورانیت پر انشاء اللہ ہم آئندہ گفتگو کریں گے۔ سر دست اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ حدیث جابر میں تمام اشیاء سے پہلے جس نور محمدی کی خلقت کا بیان ہے، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کا نور ہے۔ اور وہ اس لطیف حقیقت کو بھی شامل ہے۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی اور پاکیزہ اجزائے جسمیہ کا جوہر لطیف کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطور امانت رکھا گیا۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں :-

وفي الخبر لما خلق الله تعالى آدم جعل اودع (ذلك التور) نور المصطفى في ظهره  
 فكان شدة ابلع في حينه الخ زرقاني على المواهب جلد اول ۱۴۰۱. مواهب لدنيه جلد اول ۱۴۰۱  
 ترجمہ: حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو نور مصطفیٰ اصل اللہ  
 علیہ وسلم کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا۔ وہ نور پاک ایسا شدید چمک والا تھا کہ باوجود پشت آدم  
 میں ہونیکے پیشانی آدم علیہ السلام سے چمکتا تھا۔ اور آدم علیہ السلام کے باقی انوار پر غالب ہو جاتا تھا۔  
 یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ کہ پشت آدم علیہ السلام میں ان کی تمام اولاد کے وہ لطیف  
 اجزائے جسمیہ تھے جو انسانی پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہی  
 اس کے اجزائے اصلیہ کہلاتے جاتے ہیں۔ نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صلب میں اسکی  
 اولاد کے ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیمہ موجود ہوتے ہیں جو اس سے منتقل ہو کر اس کی نسل کہلاتی  
 ہے۔ اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا آبا کے اصلا ب میں پایا جانا باپ بیٹے کے درمیان ولایت  
 اور اہلیت کے رشتہ کا سنگ بنیاد اور سبب اصل ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام  
 کی پشت میں قیامت تک پیدا ہونیوالی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے۔ یہ اجزاء روح کے  
 اجزاء نہیں۔ نہ روح کا ٹکڑا ہیں۔ کیوں کہ ایک بدن میں ایک ہی روح سما سکتی ہے۔ ایک سے زیادہ  
 ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداہتہ باطل ہے۔ لہذا آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور علیہ السلام کی روح مبارک  
 نہیں رکھی تھی بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شائیں لکھی گئی تھیں جو نور ذات محمدی کی شعاعیں تھیں۔  
 ارجح بنی آدم کا ان کے آبا کے اصلا ب میں نہ رکھنا جانا صحیحین کی اس حدیث سے  
 ثابت ہے کہ استقرار حمل سے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتیں لکھنے کے لیے بھیجتا  
 ہے۔ اس کا عمل، عمر، رزق، اور دوزخی یا جنتی ہونا۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ)  
 معلوم ہوا کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں، بلکہ شکم ماور میں  
 پھونکی جاتی ہیں۔

ایک شبہ کا ضروری الالہ : شاید کوئی شخص اس غلط فہمی میں



مبتلا ہو جائے۔ کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشتِ مبارک سے ان کی قیامت تک ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا۔ معلوم ہوا کہ تمام بنی آدم کی ارواح آدم علیہ السلام کی پشت میں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پشتِ آدم سے ان کی اولاد کی ارواح نہیں نکالی گئی تھیں۔ بلکہ وہ ان کے اشخاصِ مثالیہ تھے۔ جو مثالِ صورتوں میں ان کی پشتِ مبارک سے بقدرتِ ایزدی ظاہر کئے گئے تھے۔ کیوں کہ ہم ابھی حدیثِ صحیحین سے ثابت کر چکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں نطفہ روح کیا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نورِ محمدی اپنی عزت و کرامت کے مقام میں جلوہ گر رہا۔ اور پشتِ آدم علیہ السلام میں اجزلے جسامینہ کے جوہرِ لطیف کے انوار رکھے گئے تھے جو اسلابِ طاہرہ اور ارحامِ طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔

## تطبیق

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نورِ محمدی آدم علیہ السلام کی پشتِ مبارک میں رکھا گیا۔ اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیشانیِ آدم علیہ السلام میں جلوہ گر تھا۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ۱۷ میں ہے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جب نورِ مبارک پشتِ آدم ہی میں تھا۔ لیکن اپنے کمالِ نورانیت اور شدتِ چمک کی وجہ سے پیشانیِ آدم علیہ السلام میں چمکتا تھا۔ الحمد للہ! ہمارے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کا بدنِ مبارک بھی نور تھا۔

صاحبِ روح المعانی حضور علیہ السلام کے اولِ خلق ہونے کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں۔ ولذا کان نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول المخلوقات ففی الخبر اول مخلق اللہ تعالیٰ نور نبیک یا جابر (تفسیر روح المعانی ص ۹۶)

(ترجمہ) : (چوں کہ حضور علیہ السلام وصولِ فیض میں واسطہٴ عظمیٰ ہیں) اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اولِ مخلوقات ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے، سب سے پہلے وہ چیز

جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ تیرے نبی کا لود ہے، اسے جابرؓ

اس حدیث جابر مذکورہ کو مولوی اشرف صاحب تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب منہا

پر تفصیل سے لکھا ہے۔

(۲) حدیث حضرت عرابض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام احمد، امام بیہقی، و حاکم نے حدیث عرابض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی

کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، بیشک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ اور آدم علیہ السلام

ابھی اپنے خمیر میں تھے۔ یعنی ان کا ابھی پتلہ بھی نہ بنا تھا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔

مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ حدیث بروایت شرح السنہ مذکور ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۱۸)

## ایک شبہ کا ازالہ

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں، تمام نبیوں کے آخر میں آنے والا نبی، یہ

معنی دنیا میں متحقق ہو سکتے ہیں۔ عالم ارواح میں ان کا معنی ثابت ہونا ممکن نہیں۔ لہذا اس حدیث کے

معنی یہ ہوں گے کہ حضور کا خاتم النبیین ہونا علم الہی میں مقدر تھا۔ یا یہ کہنا پڑے گا کہ خاتم النبیین کے معنی

آخری نبی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی قطعاً آخری نبی ہیں۔ اور حدیث کا مطلب

یہی ہے کہ میں فی الواقع خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ نہ یہ کہ میرا خاتم النبیین ہونا علم الہی میں مقدر تھا۔ کیوں کہ

علم الہی میں تو ہر چیز مقدر تھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ آخر النبیین ہونے کا ثبوت اور ظہور دو الگ مرتبے میں

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ختم نبوت کے منصب پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فائز فرمادیا۔

بائیں معنی کہ سب نبیوں کے بعد ان کا سردار بن کر جانے والا نبی یہی محبوب ہے۔ اگرچہ جانے کا موقع ابھی

نہ آیا ہو، یہ بالکل ایسا ہے کہ بادشاہ کسی کو امیر جہاد مقرر کر دے تو اس امانت کا ظہور جہاد پر جانے

کے بعد ہی ہوگا۔ اس کا منصب جلیل پہلے ہی سے ثابت ہو گیا۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیں، کہ منصب

خاتم النبیین کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہلے سے ثابت تھا۔ لیکن اس کا ظہور دنیا میں تشریف



لانے کے بعد ہوا۔

اس بیان سے ایک اصول ظاہر ہو گیا کہ ثبوت کمال کے لیے اسی وقت ظہور لازم نہیں۔  
اسی لیے اہل سنت کا مسلک ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات محمدیت کے ساتھ  
متصف ہو کر پیدا ہوئے۔ لیکن ان کا ظہور اپنے اوقات میں حسب حکمت و مسلمات خداوندی ہوا۔  
۳۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، کہ صحابہ کرام نے حضور سے پوچھا کہ یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو نبوت کب ملی؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔۔۔ د ادم بین الروح والجسد  
آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی۔  
یہ روایت ترمذی شریف کی ہے۔ اور علامہ ابو نعیم ترمذی نے اس حدیث کو حسن  
کہا ہے۔ انہیں الفاظ میں حضرت میسرہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث  
کو روایت کیا۔ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے علیہ میں یہ حدیث روایت کی اور حاکم  
نے اس کی تصحیح فرمائی۔ (مواہب اللذیہ جلد ۱ ص ۷۱)

۴۔ حدیث حضرت امام زین العابدین علی اباہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام  
حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین علیہ السلام سے اور  
وہ اپنے والد مکرم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے  
فرمایا ”میں پیدائش آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا“  
(السان العیون جلد اول ص ۲۹)

## ازالہ شبہ

اس روایت میں خلق آدم علیہ السلام سے صرف چودہ ہزار برس پہلے حضور کے نور  
پاک کا ذکر ہے۔ حالانکہ بعض روایتوں میں اس سے بہت زیادہ سالوں کا ذکر بھی وارد ہے۔ یہ

یہ تعارض کیسے رفع ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں چودہ ہزار کا ذکر ہے۔ اس سے زیادہ کی نفی نہیں۔

لہذا کسی دوسری روایت میں چودہ ہزار سے زیادہ سالوں کا وارو ہوتا تعارض کا موجب نہیں۔

۵ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا۔ آپ کی عمر کتنے سال ہے۔ عرض کیا حضور! اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا۔ جسے میں

نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ”اے جبرائیل“ میرے رب کی عزت و جلال کی قسم وہ ستارہ میں ہوں۔ (السان العیون جلد ۲، روح البیان ص ۵۴)

آیات و احادیث کی روشنی میں اور بعض علماء مفسرین کی تصریحات کے منہم میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت مبارکہ کا نہایت مختصر بیان ناظرین کرام کے سامنے

آگیا۔ اور اس شمار میں بعض فوائد بھی مذکور ہو چکے۔ اس کے بعد ولادت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

ملاحظہ فرمائیے۔





## ولادت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بیان سابق میں یہ بات آپ کی ہے کہ حضور علیہ السلام کا نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا۔ جو ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ وہی نور مبین اصلاب طابره اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا رہا۔ جیسا کہ ابو نعیم کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام آباؤ اجداد سفاح سے پاک ہیں یعنی میرے والدین ماجدین سے سے کہ آدم و حوا علیہما السلام تک کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں ہوا جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی اور بھائی کا کام کیا ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلاب طیبہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔

انوار المحمدیہ مطبوعہ سرمد، مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۰

مشکوٰۃ شریف میں حضرت واہب بن الاسقع سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میرا ارشاد فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انجیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے محمد کو۔ بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر انکی اولاد میں سے حضرت نوح علیہ السلام کو چن لیا۔ اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا۔

دلائل النبوة میں ابو نعیم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت لیتے ہیں

ام المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں۔ اور حضور علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں نے تمام مشرق و مغرب کو دیکھا، میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فضیلت والا کوئی نہ پایا۔ نہ خاندانِ بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا۔ (السان العیون جلد ۱ ص ۲۶)

حافظ ابوسعید خدری ابوبکر ابن ابی مریم سے اور وہ ابوسعید بن عمر انصاری سے اور وہ اپنے والد ماجد سے اور ان کے والد ماجد سیدنا کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا۔ اور وہ جوان ہو گئے۔ تو ایک دن عظیم کعبہ میں سوئے، آنکھ کھل تو دیکھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے۔ سرمہ تیل پڑا ہوا ہے۔ اور حسن و جمال کا لباس زیب تن ہے۔ وہ نہایت حیران ہوئے کہ نہیں معلوم یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کانٹوں کے پاس لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس واقعہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے قیلہ سے نکاح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا۔ اور حضور کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں۔ یعنی حضور کے والد ماجد جناب عبد اللہ اپنی والدہ کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہو گئے۔ جناب عبدالمطلب کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ان کی پیشانی میں چمکتا رہا۔ جب مکہ میں قحط ہوتا، تو لوگ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل شبر کی طرف جاتے تھے۔ اور ان کے ذریعہ سے تقرب خداوندی ڈھونڈتے اور بارش کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم قبول فرماتا اور کثرت سے رحمت کی بارش برستی۔ (مواہب اللدنیہ ص ۵ جلد اول)

ابونعیم اور خزائن اور ابن عساکر نے بطریق عطا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب حضرت عبدالمطلب اپنے فرزند حلیل جناب عبد اللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو راستہ میں ایک کاہنہ ملی جو یہودیہ ہو گئی تھی۔ اور وہ کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی۔ اس کو فاطمہ ختمیہ کہتے تھے اس نے حضرت عبد اللہ کے چہرے میں نور نبوت چمکتا ہوا دیکھا۔ تو حضرت عبد اللہ کو اپنی طرف



بلانے لگی مگر حضرت عبداللہ نے انکار فرمادیا۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۱۹)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اہبات الی آدم و حوا علیہما السلام کے زنا و فحاشی سے پاک ہونے پر اجماع امت ہے۔ البتہ ہر فرد کے مومن ہونے پر اختلاف ہے۔ روافض نے حضور علیہ السلام کے جمیع آباء کے ہر ہر فرد کو مومن ماننا قطعی اور ضروریات ایمان سے قرار دیا۔ اور اہلسنت نے اس کو قطعی اور مجتہد فیہ ماننا۔ اسی وجہ سے اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہو گئے۔ لیکن متاخرین جمہور اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین سے لے کر آدم و حوا علیہما السلام تک کل آباء و اہبات مومن و موحد ہیں۔ اور کسی کافر و شرک قطعاً ثابت نہیں۔ ان محققین متاخرین کے نزدیک آرزو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا ہیں۔ محاورات عرب میں چچا پر باپ کا اطلاق اکثر ہوتا ہے۔ اور جن روایات میں ان ابی و اباک فی النار آیا ہے۔ وہاں بھی لفظ آب سے ابو لہب وغیرہ مشرکین مراد ہیں۔ والدہ مکرمہ کے لیے حضور علیہ السلام کو استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں۔ بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیوں کہ غیر نبی اور غیر رسول کے لیے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین آیام فرقہ میں تھے۔ اس لیے ان کی نجات کے لیے اعتقاد تو حید کافی تھا۔ کسی شریعت و احکام الہی کا اس وقت موجود نہ تھا جس کی وجہ سے کوئی کام گناہ قرار پاتا۔ اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا۔ لہذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہونا تاکہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔

نیز حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین کا زندہ ہونے کے بعد ایمان لانا بھی اس لئے نہ تھا۔ کہ وہ کفر پر معاذ اللہ مرے تھے۔ بلکہ صرف اس لئے ان کو زندہ کیا گیا، کہ حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کی فضیلت بھی انہیں حاصل ہو جائے۔

حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کی بابت فقہ اکبر کی عبارت "ما تأمل الکفر" علی حدیث المضام ہے۔ "امی تا تأمل عہد الکفر" یعنی موت حضور کی نبوت اور اسلام کے ظہور سے پہلے اس عہد میں ہوئی۔ جو کفر و جاہلیت کا عہد اور زمانہ تھا۔ یہ نہیں کہ معاذ اللہ کہ وہ بحالت کفر مرے ہوں۔

ملا علی قاری نے حضور علیہ السلام کے والدین معظمین کے کفر پر بہت زور دیا ہے۔ لیکن آخر پر رجوع کر لیا۔ اور توبہ کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ جیسا کہ حاشیہ نمبر اس ۵۷ پر ہے۔  
ونقل توبہ عن ذلک فی القول المستحسن ۱۲

## فائدہ

حضور کے والدین کا کفر ثابت کرنے میں ملا علی قاری نے جس شدت اور غلو سے کام لیا اہل علم پر غصی نہیں۔ اس کے باوجود بھی انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس مسئلہ کے ہوا باقی تمام مسائل میں خوش عقیدہ تھے۔ ظاہر ہے کہ خوش عقیدہ گ فصالح ہونے والی چیز نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق ان کے شامل حال ہوئی۔ اور وہ اس قول شیع سے تائب ہوئے۔ فقیر کا رجحان طبع یہ ہے کہ ملا علی قاری کے عقیدہ پر بھی جن خوش عقیدہ لوگوں سے ایسی لغزش ہو گئی ہے۔ ان کے حق میں بھی یہی حکم نکلنا چاہئے۔ کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی توفیق توبہ عطا فرمادی ہوگی۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

تفسیر کبیر وغیرہ میں بعض علماء کا وہ کلام جو انہوں نے حضور علیہ السلام کے والدین کا ایمان ثابت کرنے والوں کے دلائل پر کیا ہے۔ و حقیقت وہ ان ردافض کا رد ہے جو اس مسئلہ کو قطعی قرار دے کر اسے ضروریات دین میں شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے عنوان کلام "قالت الشیعة" اور اس کے بعد "قال اصحابنا" سے واضح ہے۔ یہ نہیں کہ ان یہ کلام اہلسنت کے رد میں ہے۔ اور معاذ اللہ انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین کو کافر کہہ کر اللہ کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا پہنچایا ہو۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

مواہب اللدنیہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں کہ جب اصحاب فیل کا بادشاہ مع معاذ اللہ خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے مکہ معظمہ پر چڑھائی کر کے آیا تو حضرت عبدالمطلبؑ ان کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر جبل نبی پر چڑھ گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جناب عبدالمطلب کی پیشانی میں بشکل بلال نمودار ہو کر اس قدر قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں



خانہ کعبہ پر پڑیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی پیشانی کے نوک کو نشانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھ کر قریش سے فرمایا کہ راس چلو میری پیشانی کا نور جو اس طرح چمکا ہے۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب میں گئے۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۵)

حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر والے پکڑ کر لے گئے تھے۔ انہیں چھڑانے کیلئے جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی عظمت و ہیبت نور مقدس کی وجہ سے ابرہہ ازراہ تعظیم فوراً تخت سے نیچے اتر آیا، پھر جناب عبدالمطلب کو اپنے برابر بٹھالیا۔

(مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۵ تاریخ حبیب اللہ)

ابرہہ نے لشکر کو شکست دینے کے لیے اپنی قوم کا ایک آدمی بھیجا۔ جب وہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ اور اس نے جناب عبدالمطلب کے چہرہ کو دیکھا تو فوراً جھک گیا۔ اور اس کی زبان لرزنے لگی۔ اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا جس طرح ہیل ذبح ہوتے وقت خراٹے مارنے لگتا ہے۔ جب ہوش میں آیا تو جناب عبدالمطلب کے سامنے سجدہ کرتا ہوا گر پڑا اور کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سید قریشی ہیں۔ (مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۵)

ابرہہ کا ایک بہت بڑا سفید رنگ ہاتھی تھا، باقی سب ہاتھی سدھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسے سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور اس بڑے ہاتھی نے (باوجود سدھائے ہوئے ہونے کے بھی) ابرہہ کو کبھی سجدہ نہ کیا۔ جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے سائیں کو حکم دیا کہ اس بڑے سفید رنگ والے ہاتھی کو حاضر کرے۔ جب ہاتھی حاضر ہوا اور اس نے عبدالمطلب کے چہرہ پر نظر کی تو ان کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا۔ جیسے اونٹ بیٹھتا ہے۔ پھر سجدہ کرتا ہوا گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی دی۔ ہاتھی نے کہا: السلام علی النور الذی فی ظہرک یا عبدالمطلب۔ سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیٹھ میں ہے۔ اے عبدالمطلب۔

مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۵

السان العیون جلد اول ص ۵

## عبدالمطلب کی نذر اور خواب !

اور

### حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قربانی

ابتداء میں حضرت عبدالمطلب کے صرف ایک صاحبزادے حادث تھے۔ آپ نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے پورے دس بیٹے عنایت فرمائے اور وہ سب میرے معادن ہوں تو ان میں سے ایک بیٹے کی قربانی کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب زمزم کھودنے میں مصروف ہو گئے اور یہ کام ان کے لیے بڑی عزت و فخر کا موجب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دس بیٹے پورے کر دیئے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں :-

حارثؑ . زبیرؑ . جملؑ . ضرارؑ . حنظلؑ . ابولہبؑ . عباسؑ . حمزہؑ . ابوطالبؑ . عبد اللہؑ

ان بیٹوں سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو ایک رات عبدالمطلب کعبہ مطہرہ کے پاس قیام لیل میں مشغول تھے۔ خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے عبدالمطلب اس بیت (کعبہ شریف) کے رب کی جو نذر مانی تھی، وہ پوری کیجئے۔ عبدالمطلب مرعوب ہو کر گھبرائے ہوئے اٹھے اور حکم دیا کہ فوراً ایک مینڈھا ذبح کر کے فقراء اور مساکین کو کھلا دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر سوئے تو خواب میں دیکھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے۔ ”اس سے بڑی چیز قربان کیجئے“۔ بیدار ہو کر ادنت قربان کیا اور مساکین کو کھلا دیا۔ پھر سوئے تو نذر آئی۔ ”اس سے بڑی چیز قربان کیجئے“۔ فرمایا اس سے بڑی چیز کیا ہے؟ نذر دینے والے نے کہا۔ ”اپنے ایک بیٹے کی قربانی کیجئے“۔ جس کی آپ نے نذر مانی ہے۔ آپ یہ سن کر غمگین ہوئے۔ اور اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور انہیں وفات نذر کی طرف مبذول کرایا۔ سب نے کہا۔ ”ہم سب آپ کی اطاعت کریں گے۔ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں ذبح کر دیں“۔ آپ نے فرمایا قرعہ اندازی



کر لو۔ قرعہ اندازی میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ جو جناب عبدالطلب کے محبوب ترین بیٹے تھے۔ قرعہ نکلنے کے بعد عبدالطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا، پھری لی اور ذبح کرنے کے لیے چل دیئے۔ جب پھری پھیرنے کا ارادہ کیا۔ تو سادات قریش سب جمع ہو کر آگئے۔ اور عبدالطلب سے کہنے لگے ”آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟“ انہوں نے کہا میں اپنی نظر پوری کرنا چاہتا ہوں۔ ”سردارانِ قریش بولے کہ ہم آپ کو ایسا نہ کرنے دیں گے۔ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں عذر پیش کر کے سبکدوش ہو جائیں۔ اگر آپ ایسا کر بیٹھے تو ہمیشہ کے لیے بیٹا ذبح کرنے کی سنت جاری ہو جائے گی۔ سردارانِ قریش نے مشورہ کر کے جناب عبدالطلب سے کہا۔ چلے فلاں کاہنہ کے پاس چلیں جس کا نام قطبہ ہے۔ (بعض نے اس کا نام سبوح بتایا ہے) شاید وہ آپ کو ایسی بات بتائے جس میں آپ کے لیے کٹاؤں اور گنجائش ہو۔ یہ سب لوگ کاہنہ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ اسے بتایا۔ اس نے کہا ”تم میں خوں بہا کتنا ہوتا ہے؟“ کہا گیا دس اونٹ۔ اس نے کہا آپ سب لوگ واپس چلے جائیں۔ اور دس اونٹ اور عبداللہ کے درمیان قرعہ اندازی کریں۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکل آئے۔ تو دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ ڈالیں، اور جب تک عبداللہ کا نام نکلتا رہے دس اونٹ بڑھاتے جائیں۔ یہاں تک کہ اونٹوں کے نام کا قرعہ ڈالیں جب ایسا ہو تو ان اونٹوں کو عبداللہ کی بجائے ذبح کر دیا جائے۔ وہ قربانی گویا عبداللہ کی ہوگی۔ چنانچہ اس ہی کیا گیا۔ ہر قرعہ پر عبداللہ کا نام نکلتا رہا۔ اور دس دس اونٹ بڑھاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب سوا دس اونٹ تک پہنچے تو جناب عبداللہ کی بجائے اونٹوں کا نام قرعہ میں نکلا۔ اور سوا دس اونٹوں کو قربان کر دیا گیا۔ یہ قربانی اونٹوں کی نہیں۔ بلکہ جناب عبداللہ حضور علیہ السلام کے والد ماجد کی قربانی قرار پائی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔“ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب۔ انتہی

(مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ۱۱۱)

بعض روایات میں آیا ہے کہ جناب عبدالطلب نے بیٹا ذبح کرنے کی نذر اس قبت مانی تھی جب آپ کو زمزم کا کنواں کھودنے کا خواب میں حکم دیا گیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں آپ

کو کچھ پریشانی لاحق ہوئی تو آپ نے نذرمانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کام کو مجھ پر آسان کر دیا تو میں ایک بیٹا اللہ کے نام پر قربان کروں گا۔  
(مواہب اللذیہ جلد اول ص ۱۱)

## نسب شریف

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ترمذی سے بروایت حضرت عباسؓ مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں محمد ہوں، عبد اللہ کا بیٹا، اور عبد المطلب کا پوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا، تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا۔ یعنی انسان بنایا۔ انسان میں دو فرقے پیدا کیے، عرب اور عجم مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا۔ پھر عرب میں کسی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں پیدا کیا۔ یعنی قریش میں۔ پھر قریش میں کسی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا۔ یعنی بنی ہاشم میں۔ پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، اور سفاح یعنی بدکاری سے نہیں پیدا ہوا ہوں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک یعنی سفاح جاہلیت کا کوئی مجھ کو نہیں پہنچا۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباؤ اہبات سب اس سے منزہ رہے۔ پس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے۔ روایت کیا اس طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے اوسط میں۔ (مواہب اللذیہ)

ابونعیم نے حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا مرفوعاً یعنی خود حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اسلاف میں سے کبھی کوئی مرد عورت بطور سفاح کے نہیں ہے۔ کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں بھی دخل نہ ہو۔ مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو۔ وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی یعنی آپ کے سب اصول و کور و انات ہمیشہ بُرے کام سے پاک رہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اصلاط طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف مصطفیٰ مہذب کر کے منتقل کرتا رہا۔ جب کبھی دو شے ہوئے۔ جیسے



عرب و عجم، پھر قریش و غیر قریش و علیؑ اذہا میں بہترین شے میں رہا۔ (مواہب اللدنیہ)

دلائل ابو نعیم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبرائیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشرق و مغرب میں پھرا، سو میں نے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا۔ اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا اور اس طرح طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ آثارِ صحت کے اس متن یعنی حدیث کے صفحات پر نمایاں ہیں۔ (مواہب اللدنیہ) یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس قول کا اس شعر میں گویا ترجمہ کیا گیا ہے۔

آفتابا گر دیدہ ام      مہرِ تباں در دیدہ ام  
بسیارِ خواباں دیدہ ام      لیکن تو چیز سے دیگر می

مشکوٰۃ میں مسلم سے روایتِ داؤد بن الاسقع سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو، اور بنی ہاشم میں مجھ کو اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

## نسب نامہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف، بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن غالب بن مہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

## فائدہ

ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ جنابِ عدنان تک لکھا ہے۔ کیوں کہ اس کے بعد نسب بیان کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا ہے ”کذلک النسابون“ اور محتاط

علماء نے بھی یہیں تک آپ کا نسب شریف لکھا ہے۔

## زمانہ طفولیت

ابن شیح نے خالص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلاکرتا تھا۔ (مواہب اللدنیہ)

بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں کہ انہوں نے جب آپ کا دودھ چھڑایا ہے تو آپ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام فرمایا وہ یہ تھا۔ اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً وسبحان اللہ بکرۃ واصیلۃ جب ذرا سمجھ وار ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے۔ (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے) مواہب اللدنیہ

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت حلیمہ آپ کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں۔ ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ آپ اپنے رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مویشی کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں۔ یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا۔ اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی میں نے ایک بادل کا ٹکرا دیکھا۔ جوان پر سایہ کے ہوئے تھا۔ جب ٹھہر جاتے تھے، وہ بھی ٹھہر جاتا تھا۔ اور جب چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا۔ یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔ (مواہب اللدنیہ)

حضرت حلیمہ سعدیہ سے روایت ہے کہ میں (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں ملکر چلی۔ اس قبیلہ کا یہی کام تھا۔ اور اس سال سخت قحط تھا۔ میری گود میں ایک بچہ تھا۔ مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کانی ہوتا۔ رات بھر اس کے رونے کی وجہ سے نیند نہ آئی اور نہ ہماری اذٹنی کے دودھ ہوتا۔ میں ایک دراز گوش پر سوار تھی۔ جو غایت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہمراہی بھی اس سے تنگ آگئے تھے۔ ہم مکہ آئے تو رسول اللہ



صل اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی اور یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں۔ کوئی قبول نہ کرتی۔ دیکھوں کہ زیادہ انعام و اکرام کی توقع نہ ہوتی۔ اور ادھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا، میں نے اپنے شوہر سے کہا۔ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خال جاؤں۔ میں تو اس یتیم کو لاتی ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ برکت عطا کر دے غرض میں آپ کو جا کر لے آئی۔ جب اپنی فرد گاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اُترا کہ آپ اور آپ کے رضائی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور پیٹ بھر کر سو گئے۔ اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا۔ غرض اس نے دودھ نکالا۔ اور ہم سب نے اونٹنی کا دودھ خوب سیر ہو کر پیا۔ اور رات بڑے آرام سے گزری اور اس سے پہلے سونا میسر نہ ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگا۔ اے علیمہ تو تو بڑے برکت والے کو بچے لائی میں نے کہا ہاں۔ مجھے بھی یہی امید ہے۔ پھر ہم مکہ سے روانہ ہوئے۔ اور میں آپ کو لے کر اس دروازہ گوش پر سوار ہوئی۔ پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو بکڑ نہ سکتی تھی۔ میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ علیمہ ذرا آہستہ چلو، یہ وہی تو ہے جس پر تم آئی تھیں۔ میں نے کہا "ہاں وہی ہے۔" وہ کہنے لگیں بے شک اس میں کوئی بات ہے۔ پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا۔ لیکن میری بکریاں دودھ بھری آئیں۔ اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ ملتا۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہیں چراؤ۔ جہاں علیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کہنے پر چرواہوں نے اپنے جانور میرے جانوروں کی چراہ گاہ میں چرنے کے لیے پھوڑے مگر پھر بھی ان کے جانور خالی آتے اور میرے جانور بھر آتے۔ دیکھوں کہ چراہ گاہ میں کیا رکھا تھا۔ وہاں تو بات ہی اور تھی، غرض ہم برا بر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑایا۔ آپ کا نشوونما اونچوں سے بہت زیادہ تھا۔ یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے۔ پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائے۔ مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ اندر رہیں۔ اس لیے آپ کی والدہ سے اصرار کر کے دوبارہ مکہ میں جانے کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے۔ سو چند مہینے کے بعد ایک بار آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مویشی میں پھر رہے تھے۔ کہ یہ

بھائی دوڑتا ہوا آیا۔ مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قرشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا۔ میں اسی حال میں چھوڑ آیا ہوں۔ سو ہم دونوں گھبراتے ہوئے گئے، دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں۔ لیکن رنگ متغیر ہے۔ میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا۔ ”فرمایا وہ شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کو اپنے ڈیرے پر لائے۔ تب شوہر نے کہا علیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہے۔ قبل اس کے کہ اس کا زیادہ اثر ہو، ان کے گھر پہنچاؤ، میں آپ کی والدہ کے پاس لے کر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی۔ پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے ہیں۔ اور میں اپنی خدمت پوری کر چکی، خدا جانے کیا اتفاق ہوتا اس لیے لائی ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ بات نہیں سچ بتلا؟ میں نے سب قصہ سچ سچ بیان کیا۔ کہنے لگیں تبھی کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہے؟ میں نے کہا ”ہاں“ کہنے لگیں، ہرگز نہیں۔ واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے۔ پھر انہوں نے بعض محل حالات اور ولادت کے بیان کیے۔ اور بعد میں فرمایا۔ اچھا ان کو چھوڑ دو۔ اور خیریت کے ساتھ چھوڑ دو۔ (سیرت ابن ہشام)

علیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے۔ اور یہ امینہ اور جذامہ کے بھائی اور یہ جزامہ شیمار کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہ سب اولاد ہیں حارث بن عبد العزیٰ کے جو شوہر ہیں علیمہ کے (فی زاد المعاد) بعض اہل علم نے ان سب کے ایمان کی تصریح کی ہے۔ (شمارۃ اور زاد المعاد) محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس بار کے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرثیٰ کا ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا پھر اسی طرح تلو کے ساتھ، پھر ہزار کے ساتھ کیا۔ پھر کہا کہ بس کرو۔ واللہ اگر ان کو ان کی تمام امت سے وزن کر دگے، تب بھی یہی وزن نکلیں گے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اس جملہ میں آپ کو بشارت سنائی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں۔ آپ کا شق صدر اور



قلب اطہر کا دُعلنا چار بار ہوا۔ ایک تو یہی جو ذکر کیا گیا۔ اور دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقتِ بعثت کے ماہِ رمضان غارِ حرا میں، چوتھی بار شبِ معراج میں اور پانچویں بار ثنابت نہیں۔ (شہادت، تبغیر بسیر)

## ایام طفولیت مبارکہ میں شقِ صدر کے بعد سینہ اقدس کو نائکے لگائے گئے

صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۲ پر حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ اپنی شان کے لائق اکھیل رہے تھے۔

جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور علیہ السلام کو زمین پر لیٹا کر سینہ اقدس چاک کیا۔ قلب مبارک کو باہر نکال کر اس سے منجمد خون نکالا اور زمزم کے پانی سے دھو کر سینہ اقدس بند کر دیا۔ وہ بچے دجن کے ساتھ آپ اکھیل رہے تھے، حضور علیہ السلام کی رضاعی ماں (علیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہنے لگے: "إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ" (محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے)، لوگ دوڑے ہوئے آئے۔ تو حضور علیہ السلام کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس میں سوئی سے دیئے جانے کا نشان دیکھتا تھا۔ اس نشہ سے معلوم ہوا کہ شقِ صدر مبارک کے متعلق رومانی، منانی، کشفی، معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں۔ بلکہ یہ "شقِ صدر" اور چاک کیا جانا، حسی حقیقی اور امر واقعی ہے۔ کیوں کہ سینہ اقدس میں سوئی سے سینے جلنے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔ پھر حدیثِ پاک میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کا سینہ مبارک چاک کیا گیا۔ تو حضور علیہ السلام کے ساتھ کھینے والے لڑکے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (علیمہ سعدیہ) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد قتل کر دیئے گئے۔ حضور علیہ السلام کے سینہ پاک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے اور اس سے منجمد خون کے باہر نکالنے کا واضح ذکر اور حضور علیہ السلام کے متغیر اللون ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے کہ یہ واقعہ بالکل حسی ہے۔ اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیانِ سابق میں ہمارا یہ قول بے غبار ہو جاتا ہے۔ کہ شقِ صدرِ مبارک بچپن میں ہوا۔ یا جوانی میں، قبل البعث ہو یا بوقتِ معراج ہو حضور علیہ السلام کے بعد دنیا حیاتِ حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے۔ کیوں کہ انسان کا دل اس کی روحِ حیات کا مستقر ہوتا ہے۔ اس کا سینہ سے باہر آ جانا روحِ حیات کا بدن سے نکل جانا ہے۔ گویا اس واقعہ میں اشارہ ہے کہ جس طرح قلبِ مبارک کے سینہ اقدس سے باہر ہوجانے کے باوجود حضور علیہ السلام زندہ ہیں۔ اسی طرح وہ روحِ مبارک کے قبض ہوجانے کے بعد زندہ رہیں گے۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

## فائدہ جلیلہ

فضیلتِ شقِ صدرِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل باقی انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا ہوئی جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں:۔۔ کَانَ فِيهِ الطَّشْتُ الَّتِي يُفْسَلُ فِيهَا قُلُوبُ الْإِنْبِيَاءِ (فتح المسلمین جلد اول ص ۱۷۱) یعنی تابوتِ سکینہ میں وہ طشت بھی تھا۔ جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا ہے۔ چوں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں حیاتِ حقیقی جسمانی عطا کی گئی۔ لہذا شقِ صدر اور قلبِ مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا تھا۔ تاکہ ان کی حیات بعد الوفا پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد المات پر دلیل قائم کی گئی۔

اور اس طرح بلا تخصیص و تعلیل مطلقاً حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ہو جائے۔

## قلبِ مبارک کا دھویا جانا

قلبِ اطہر کا زمزم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے نہ تھا۔ کیوں کہ حضور سید عالم

صلی اللہ علیہ وسلم سید الطیبین والطاهرین ہیں۔ ایسے طیب و طاہر کے ولادت باسعادت کے بعد بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہیں دیا گیا۔ لہذا قلب اقدس کا زمزم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا کہ زمزم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے۔ جو دنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں۔ بلکہ قلب اطہر کے ساتھ ماء زمزم کو مس فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر و تسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہیں۔

## شق صدر کی حکمتیں

شب معراج حضور علیہ السلام کے سینہ اقدس کے شق کئے جانے میں بیشمار حکمتیں مضمر ہیں۔ جن میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ بالفصل ہو جائے۔ جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سموات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار الہی سے مشرّف ہونے پر کوئی وقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

## حیات النبی کی دلیل

علاوہ ازیں شق صدر مبارک میں ایک حکمت بلیغہ یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الموت پر دلیل قائم ہوگی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادتاً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ قبض روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ چونکہ روح حیات کا مستقر قلب انسانی ہے۔ لہذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینہ سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک کا سینہ اقدس سے باہر نکالا گیا۔ پھر اسے سگاف دیا گیا۔ اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ صاف کر دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بدستور زندہ رہے۔ جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قبض روح مبارک کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ



والسلام بدستور زندہ ہیں جس کا دل بدن سے باہر ہو اور وہ پھر بھی زندہ رہے۔ اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

## قلب مبارک میں آنکھیں اور کان

جبرائیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلبِ اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے **قَلْبٌ سَدِيدٌ فِيهِ عَيْنَانِ تَبْصُرَانِ وَاذْنَانِ سَمْعَانِ** ترجمہ قلب مبارک ہر قسم کی کمی سے پاک ہے اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۴۳)

قلب مبارک کی یہ آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وراء الوراہ حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لیے ہیں۔ جیسا کہ غرر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ** میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

## وائی اور اک

جب اللہ تعالیٰ نے بطور خرق عادات حضور علیہ السلام کے قلبِ اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرمادیئے ہیں۔ تو اب یہ کہنا کہ ورانے عالم محسوسات کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا اور سننا حیا نابلہ ہے وائیں نہیں قطعاً باطل ہو گیا۔ جب ظاہری آنکھیں اور کانوں کا اور اک وائیں ہے۔ تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا اور اک کیوں کر عارضی اور حیا نابلہ ہو سکتا ہے۔ البتہ حکمتِ الہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وحیان نہ رہنا، عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے۔ جس کا کوئی منکر نہیں۔ اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ حضور علیہ السلام والصلوٰۃ کی باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں۔ بلکہ وائیں ہے۔

## شق صدر مبارک اور حضور علیہ السلام کا توری لہونا

علامہ شہاب الدین خواجه فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ شق صدر مبارک حضور علیہ السلام کے نور سے مخلوق ہونے کے منافی ہے۔ لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے، وَكُونُهُ مَخْلُوقًا مِنَ التَّوْرِ لَا يُنَافِيهِ كَمَا تَوَهَّمُوا۔

(نسیم الریاض، شرح شفا قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

## نورانیت اور احوال بشریہ کا ظہور

اقول ! وباللہ التوفیق ! جو بشریت عیوب و نقائص بشریت سے پاک ہو اس کا ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا۔ شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینہ اقدس پاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ فَلَمْ يَكُنْ الشَّقُّ بَالَةً وَلَعَلَّ الدَّمَّ

(روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶)

حضور علیہ السلام کی خلقت نور سے ہے۔ اور بشریت ایک لباس ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوال بشریہ پر غلبہ دے دے۔ بشریت نہ ہوتی تو شق کیسے ہوتا۔ اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا، اور خون بھی ضرور بہتا۔

جب کبھی خون بہا دجیے غزوہ امدیں، تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا۔ اور جب خون نہ بہا دجیے لیلۃ المعراج شق صدر میں، تو وہاں نورانیت غالب تھی۔

شِبِّ مَسْرَاجٍ شَقَّ صَدْرُ مَبَارَكٍ، مسلم شریف کی روایت میں ہے

کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ اقدس اوپر سے نیچے تک چاک کیا۔ اور قلب مبارک باہر نکالا۔ پھر اسے سگاف دیا گیا اور اس سے خون کا لوتھڑا نکال کر باہر پھینکا اور کہا کہ آپ کے اندر شیطان کا حقہ اگر ہوتا تو یہ ہوتا۔

## خون کا لوتھڑا یا شیطان کا حقہ

علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں شیطان جو کچھ ڈالتا ہے، یہ لوتھڑا اس کو قبول کرتا ہے۔ جس طرح قوتِ سامعہ آواز کو اور قوتِ باصرہ مبصرات کی صورت کو اور قوتِ شامہ خوشبو اور بدبو کو اور قوتِ ذائقہ ترشی اور تلخی وغیرہ کو۔ اور قوتِ لامہ گرمی اور سردی وغیرہ کیفیات کو قبول کرتی ہے۔ اسی طرح دل کے اندر یہ منجمد خون کا لوتھڑا شیطان و سوسوں کو قبول کرتا ہے۔ یہ لوتھڑا جب حضور علیہ السلام کے قلب مبارک سے دور کر دیا گیا۔ تو حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ میں ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی، جو القائے شیطان کو قبول کرنے والی ہو۔ علامہ تقی الدین صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک سے مراد یہی ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذاتِ گرامی میں شیطان کا کوئی حقہ کبھی نہیں تھا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب یہ بات سچی۔ تو اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ میں اس خون کے لوتھڑے کو کیوں پیدا فرمایا۔ کیوں کہ یہ ممکن تھا کہ پہلے ہی ذاتِ مقدسہ میں اُسے پیدا نہ فرمایا جاتا۔ تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے پیدا فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اجزائے انسانیت میں سے ہے۔ لہذا اس کا پیدا کیا جانا خلقتِ انسانی کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ اور اس کا نکال دینا۔ یہ ایک امرِ آخر ہے۔ جو تخلیق کے بعد طاری ہوا۔ (انتہی)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس کی نظیر بدنِ انسانی میں اشیاءِ زائدہ کی تخلیق ہے۔ جیسے قلفہ کا ہونا، اور ناخنوں اور مونچھوں کی درازی اور اس طرح بعض دیگر زائدہ چیزیں، جن کا پیدا ہونا بدنِ انسانی کی تکمیل کا موجب ہے۔ اور ان کا ازالہ طہارت و نظافت کے لیے



ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ ان اشیاء زائدہ کی تخلیق اجزائے بدن انسانی کا مکمل ہے۔ اور ان کا زائل کرنا کمالِ تطہیر و تنطیف کا مقتضی ہے۔ (شرح سفار لعل قاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۷)

اقول وباللہ التوفیق :-

چوں کہ ذاتِ مقدسہ میں حظِ شیطانی باقی ہی نہ تھا۔ اس لیے حضور علیہ السلام کا ہمزاد مسلمان ہو گیا تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ذَلِكُنْ اَسْلَمَ فَلَا يَأْتِيَنِي اِلَّا بِخَيْرٍ میرا ہمزاد مسلمان ہو گیا۔ لہذا وہ گنہگار کے وہ مجھے کچھ نہیں کہتا۔

علامہ شہاب الدین خجندیہ فیہ الریاض میں فرماتے ہیں کہ قلب بمنزلہ میوہ کے ہے جس کا دانہ اپنے اندر کے تخم اور گٹھلی پر قائم رہتا ہے۔ اور اسی سے پھل اور رنگینی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح وہ منجمد خون قلب انسانی کے لیے ایسا ہے، جیسے چھوہارے کے لیے گٹھلی، اگر ابتداء نہ ہو تو وہ پختہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن پختہ ہو جانے کے بعد اس گٹھلی کو باقی نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ نکال کر پھینک دیا جاتا ہے چھوہارے کی گٹھلی یا دانہ انگور سے بیج نکال کر پھینکتے وقت کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ جو چیز پھینکنے کے قابل تھی وہ پہلے ہی کیوں پیدا کی گئی۔ اگر اسی طرح یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ قلبِ اطہر میں خون کا وہ لوتھر اسی طرح تھا جیسے انگور کے دانہ میں بیج یا کھجور کے دانہ میں گٹھلی ہوتی ہے۔ اور قلبِ اطہر سے اس کو بالکل ایسے ہی نکال کر پھینک دیا گیا، جیسے کھجور اور انگور سے بیج اور گٹھلی کو نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا کہ اس لوتھرے کو قلبِ اطہر میں ابتداء کیوں پیدا کیا گیا۔

(نسیم الریاض شرح سفار قاضی عیاض ص ۲۹)

زبا یہ امر کہ فرشتوں نے حضور علیہ السلام سے یہ کیوں کہا کہ هَذِهِ حَقْلُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ اس حدیث کے یہ معنی نہیں کہ (معاذ اللہ) آپ کی ذاتِ مقدس میں واقعی شیطان کا کوئی حصہ ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ذاتِ پاک ہر شیطانی اثر سے پاک اور طیب و طاہر ہے۔ بلکہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ اگر آپ کی ذاتِ پاک میں شیطان کے تعلق کی کوئی جگہ ہو سکتی تو وہ یہی خون کا لوتھر تھا۔ جب اس کو آپ کے قلبِ مبارک سے نکال کر باہر

پھینک دیا گیا۔ تو اس کے بعد آپ کی ذاتِ مقدسہ میں کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی جس سے شیطان کا کوئی تعلق کسی طرح ہو سکے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو اس کو تمیز کے ساتھ شیطان کے متعلق ہونے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ الفاظِ حدیث کا واضح اور روشن مفہوم یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ میں شیطان کا کوئی حصہ ہوتا، تو یہی خون کا لوتھڑا ہو سکتا تھا۔ مگر جب یہ بھی نہ رہا۔ تو اب ممکن ہی نہیں کہ ذاتِ مقدسہ سے شیطان کا کوئی تعلق ممکن ہو۔

شق صدر مبارک کے بعد ایک نورانی طشت جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس میں بھر دیا گیا۔ ایمان و حکمت اگرچہ جسم و صورت کے متعلق نہیں، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایمان و حکمت کو جسمانی صورت میں مشکل فرمادیا اور یہ تمثیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں انتہائی عظمت و رفعت شان کا موجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم داہنی چھاتی کا دودھ پیا کرتے تھے اور بائیں چھاتی اپنے رضائی بھائی یعنی علیمہ کے بیٹے کے لیے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا عدل آپ کی طبیعت میں تھا۔ اور لڑکپن میں کبھی آپ نے بول و براز کپڑے میں نہیں کیا۔ بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے۔ کہ اسی وقت رکھنے والے بائے ضرور میں اٹھا کر پیشاب کرا لیتے اور کبھی آپ کا ستر برہنہ نہ ہوتا۔ اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔ (تاریخ حبیب اللہ)

ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ کہ میں ایک باؤ پچول کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لارہا تھا۔ اور سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھنے ہوئے تھے۔ میں نے بھی ایسا کرنا چاہا، کیوں کہ اتنے بچپن میں ان کی تکلف مجی نہیں ہوتا۔ طبعاً اور عرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا امر خلافِ حیا نہیں سمجھا جاتا، دفعتاً (غیب سے) زور سے ایک دھمکا لگا۔ اور یہ آواز آئی، کہ اپنی لنگی باندھو بس میں نے فوراً باندھ لیا۔ اور گردن پر پتھر لانے شروع کر دیے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

ابن عساکر نے علیمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں مکہ معظمہ میں پہنچا اور وہ لوگ سخت

قحط میں تھے۔ قریش نے کہا اے ابوطالب چلو پانی کی دُعا مانگو۔ ابوطالب چلے اُدیان کے ساتھ ایک لڑکا تھا اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہو۔ (یہ لڑکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جو اس وقت ابوطالب کی پرورش میں تھے) ابوطالب نے اس صاحبزادہ کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا۔ اور آسمان پر کہیں بدلی کا نشان نہ تھا۔ چاروں طرف سے بادل آنا شروع ہوا۔ یہ واقعہ آپ کی صغر سنی میں ہوا۔

ایک مرتبہ آپ ابوطالب کے ہمراہ بارہ برس کی عمر میں بغرض تجارت شام کو گئے۔ راہ میں بھیرا رہب نصارے کے پاس اتفاقاً قیام ہوا۔ راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی۔ اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر، سرور سب عالموں کے ہیں۔ اور اہل کتاب اور یہود و نصارے ان کے دشمن ہیں۔ ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ۔ مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزنی پیچھے ہو ابوطالب نے مال تجارت وہیں فروخت کیا۔ اور بہت نفع پایا۔ اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔ (تاریخ حبیب اللہ)

آپ جب ابوطالب کی کفالت و تربیت میں تھے۔ جب ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے، سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے، تو سب بھوکے رہ جاتے۔ (شماۃ)

گویا آپ کی برکت خود ابوطالب کی کفالت کر رہی تھی۔ اور ابوطالب کے بیٹے حضرت علی محرم اللہ وجہہ کو آپ نے اس احسان کے جواب میں اپنی آغوش تربیت میں لے لیا تھا۔

**ان کے اسمائے مبارکہ آپ  
جن کی تربیت میں رہے**



آپ ابھی زمانہ حمل میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی وفات ہو گئی۔

(سیرۃ ابن ہشام)

صرف دو مہینے حمل پر گزرے تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رحمہ اللہ شام کو قافلہ



قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر مدینہ میں اپنے ماہوں کے پاس بیماری کی حالت میں ٹھہر گئے اور وہیں پر وفات پائی۔ (تاریخ حبیب اللہ)

اور جب آپ چھ سال کے ہوئے۔ تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ آپ کو لے کر مدینہ شریف اپنے اقارب سے ملنے گئی تھیں۔ مکہ کو واپس آتے ہوئے درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اس وقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ (مواہب اللدنیہ)

پھر آپ اپنے دادا عبد المطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ آٹھ سال کے ہوئے عبد المطلب کی بھی وفات ہو گئی۔ (سیرۃ ابن ہشام) انہوں نے ابوطالب کو آپ کی نسبت وصیت کی تھی۔ چنانچہ پھر آپ ان کی کفالت میں رہے۔ (سیرۃ ابن ہشام) یہاں تک کہ انہوں نے نبوت کا زمانہ بھی پایا اور سات روز تک آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ (تاریخ حبیب اللہ)

پھر چند روز تک ثویبہ نے دودھ پلایا۔ جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ اور آپ ہی کے ساتھ حضرت ابوسلمہ اور حضرت حمزہ کو دودھ پلایا۔ اور اس وقت ان کا بیٹا "مسروح" بھی دودھ پیتا تھا۔ پھر حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔ ان ہی "حلیمہ سعدیہ" نے آپ کے ساتھ آپ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب کو بھی دودھ پلایا۔ یہ عام فتح میں مسلمان ہوئے۔ اور بہت کچھ مسلمان ہوئے۔ اور اس زمانہ میں حضرت حمزہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے۔ سو اس عورت نے بھی آپ کو ایک دن دودھ پلایا۔ جب آپ حلیمہ کے پاس تھے تو حضرت حمزہ و عورتوں کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔ ایک ثویبہ کے دودھ سے، دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے۔ (زاد المعاد) اور جن کی آغوش میں آپ رہے وہ یہ ہیں۔

آپ کی والدہ اور ثویبہ، حلیمہ اور شیما آپ کی رضاعی بہن اور ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے۔ یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ نے ان کا نکاح حضرت زید سے کیا تھا۔ جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔ (زاد المعاد)

## شبابِ نبوت تک کے بعض حالات

جب آپ چودہ یا پندرہ سال کے ہوئے۔ اُد یقول ابن اسحاق میں سال کے ہوئے تو قریش اور بنی قیس عیلان کے درمیان ایک لڑائی ہوئی جس میں آپ بھی شریک ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں اپنے چچاؤں کو دشمنوں کے تیروں سے بچاتا تھا۔ (سیرت ابن ہشام) اس واقعہ سے آپ کا شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں۔ اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں۔ آپ کے صدق و امانت و حسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جائیے اور میرا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ رہے گا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے۔ اور اسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا۔ اس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ میسرہ نے کہا کہ قریش اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا، اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی نہیں اُترا۔ آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے۔ اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ کو ان کا مال سپرد کیا۔ تو دیکھا کہ دو گنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔ (یہ تو آپ کے صدق و امانت کی بین دلیل تھی) اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو ان کے چچا زاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے۔ ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا، اے خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے نبی ہیں۔ اور مجھ کو رکتِ سماویہ سے (معلوم ہوا ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونی والا ہے۔ اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقل تھیں۔ یہ سب سن کر آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی قرابت اور اشرافیت القوم

اور امین خوشخو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے زیرِ اہتمام نکاح ہو گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اس راہب کا نام نسطور تھا۔ (تاریخ حبیب اللہ)

جب آپ پتیس سال کے ہوئے تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر از سر نو شروع کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حجر اسود کے موقع تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر نہیں رکھوں گا، قریب تھا کہ ان میں جھگڑا ہو، آخر اہل الرائے نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو سب سے پہلے آئے۔ اس کے فیصلے پر سب عمل کر دو۔ لہذا سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمد بن امین ہیں۔ اور قریش آپ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا۔ آپ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا، اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلو تمام لے اور خانہ کعبہ تک لے چلے۔ جب وہاں پہنچا تو آپ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے۔ اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا۔ اور چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس موقع پر رکھنے کیلئے اپنا وکیل بنائیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل ہوتا ہے۔ تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہوں۔ (تاریخ حبیب اللہ متغیر الفاظ)



## بیشٹ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

نزول وحی میں کفار اور کی مخالفت میں جب آپ چالیس برس کے ہوئے۔ آپ کو خلوت محبوب ہو گئی۔ آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے۔ اور نبوت سے چھ ماہ قبل ہی سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے۔ کہ ایک دفعہ چانک ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ دو شنبہ کے دن جبرائیل علیہ السلام اور سورہ اقرآ کی ابتدائی آیتیں آپ پر لائے اور آپ مشرف بانہوت ہو گئے۔ اس کے ایک عرصہ بعد سورہ مدثر کی اول کی آیتیں نازل ہوئیں۔ جو آپ نے حسبِ حکم فَاَنْذِرْ دُعوتِ اسلام شروع کی۔ مگر پوشیدہ۔ پھر یہ آیت آئی: فَاَصْدَعْ بَعَا تُوْمُرَآپ نے علی الاعلان دعوت شروع کی۔ پس کفار نے عداوت اور ایذا شروع کی لیکن ابوطالب آپ کی حمایت کرتے تھے۔ ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابوطالب سے کہا۔ کہ یا تو تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالہ کر دو، ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں نے حوالے کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ کے قتل کا مقسم ارادہ کیا۔ ابوطالب آپ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت چلے گئے۔ اور کفار نے آپ سے اور بنی ہاشم اور بنی مطلب سے برادری قطع کر دی اور سودا گروں کو منع کر دیا۔ کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بیچیں اور ایک کاغذ اس مقاطع کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ تین سال تک آپ اور بنی ہاشم و بنی مطلب اس شعب میں نہایت تکلیف میں رہے۔ آخر کار آپ کو وحی کے ذریعہ اس بات سے اطلاع

ہوئی کہ کیرے نے اس عہد نامہ کے کاغذ کو بالکل کھالیا۔ بجز اللہ کے نام کے جو اس میں لکھا تھا۔ ایک حرف نہیں چھوڑا۔ آپ نے یہ حال ابوطالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر یہ بات قریش سے بیان کی۔ اور کہا اس کاغذ کو دیکھو۔ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے اور اگر صحیح ہو تو آنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ قریش نے کعبہ پر سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھا۔ فی الواقع ایسا ہی تھا۔ تب قریش اس ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا۔ ابوطالب نے اور بنی ہاشم و مطلب کو لے کر شعب سے نکل آئے اور آپ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے۔ (تاریخ حبیب اللہ)

اور یہ عہد نامہ بخط منصور بن عکرمہ بن ہشام لکھا گیا تھا۔ اور عذہ محرم سنہ سات نبوت کو لٹکایا گیا تھا۔ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ اور نبوت سے سال دہم میں شعب سے باہر آئے تھے۔ اور اسی سال حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی کی وفات ہو گئی۔ (شمارہ)

حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک حضرت عائشہ سے کہ اس وقت چھ سال کی تھیں۔ مکہ میں ان کا نکاح ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں آئیں اور ہمیشہ ازدواج میں رہیں۔ (تاریخ حبیب اللہ)

اس سال دہم میں آپ طائف بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے، اور یہ جانا دعوت اسلام کے لیے نیز اس لیے تھا کہ ان سے کچھ مد لیں۔ و کیوں کہ وفات کے بعد ابوطالب کے کوئی باوجود جاہت آدمی آپ کا حامی نہ تھا۔ لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ کی کچھ مدد نہ کی۔ بلکہ سفیلے لوگوں کو بہکا کر آپ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ وہاں سے طویل ہو کر مکہ واپس ہوئے۔ اور جب آپ بطن نخدہ میں کہ ایک دن کی راہ پر مکہ سے ہے۔ پہنچے رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن غنموں کے کہ یہ ایک قریہ ہے۔ ہوسل میں وہاں پہنچے۔ اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو ظاہر ہوئے۔

انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ وہ سب بلا توقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم کو جا کر اسلام کی دعوت دی۔ سورہ احقاف آیہ ”وَإِذْ حَضَرْنَا إِلَيْكَ لُفْرًا مِّنْ أُنْجُنٍ“ میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ پھر آپ مکہ تشریف لائے اور بدستور ہایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے۔ اور آپ عکاظ و مجنہ و ذی المجاز میں کہ اسواق عرب تھے جاتے اور دعوت کرتے، مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ سنہ گیارہ نبوت میں آپ موسم حج میں اسلام کی طرف دعوت فرما کر تھے کہ کچھ لوگ نصارے کے آپ کو ملے۔ آپ نے ان کو دعوت اسلام دی انہوں نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے۔ اور انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے، ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں۔ جن کا ذکر یہود کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آئیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرف باسلام ہوئے، اقدار قرار کیا کہ سال آئندہ میں ہم پھر آئیں گے۔ مدینہ میں جا کر انہوں نے آپ کا ذکر کیا۔ اقدار گھر میں آپ کا ذکر سنیا، اگلے سال کہ نبوت سے بارہواں سال تھا۔ بارہ آدمیوں نے آپ سے ملاقات کی۔ پانچ پہلے اقدار سات اور، اور انہوں نے احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی۔ اس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ آپ نے حسب درخواست ان کی مصعب بن عمیر کو قرآن مجید کی تعلیم اور شرائع اسلام کے لیے مدینہ تشریف بھیج دیا۔ مصعب نے تعلیم قرآن و شرائع اور دعوت اسلام کی۔ اور اکثر آدمی انصار میں سے مسلمان ہو گئے۔ تھوڑے ان میں سے باقی رہے۔ پھر اگلے سال کہ نبوت کا تیرہواں سال تھا۔ ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ اور عہد و پیمان آپ کے ساتھ کیا کہ آپ جو مدینہ کو تشریف لے جائیں گے۔ ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے۔ اور جو کوئی دشمن آپ کے مدینہ پر چڑھ آئے گا۔ ہم اس سے لڑیں گے۔ اور جاں نثاری میں قصور نہ کریں گے۔ اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔

(تاریخ حبیب اللہ و سیرۃ ابن ہشام)



## شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے افضل ہے

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ثابت بالسنۃ میں ارقام فرماتے ہیں۔ جس کا

اُردو خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے باشبہ افضل ہے۔ اس لیے کہ میلاد کی رات خود حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر حضور کو عطا کئی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات مقدسہ سے شرف ملا وہ ضرور اس رات سے افضل قرار پائے گی۔ جو حضور کو دیے جانے کی وجہ سے شرف وال چیز ہے۔ لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے شرف ہوئی اور لیلۃ میلاد بنفس نفیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور مبارک سے شرف یاب ہوئی۔ اور اس لیے بھی کہ لیلۃ القدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر فضل و احسان ہے۔ اور لیلۃ میلاد میں تمام موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا۔ کیوں کہ حضور رحمۃ للعالمین ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نعمتیں تمام خلایق اہل السموات والارضین پر عام ہو گئیں۔ انتہی (ماثبت بالسنۃ ۷۹)

امام قسطلانی نے بھی مواہب اللدیہ جلد اول ص ۲۶ پر لیلۃ القدر پر شب میلاد کے

افضل ہونے پر یہی دلائل قائم فرمائے۔ اور اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔

اس کے بعد یہ عرض کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور قدسی

اور ولادت مقدسہ مومنین کے حق میں کمال فرحت و سرور کا موجب ہے۔ جس کا اظہار محافل میلاد، انواع و اقسام کے تبرات، خیرات و صدقات کی صورت میں اہل محبت، مومنین، مخلصین ہمیشہ کرتے رہے۔ جو لوگ اسے بدعت و ناجائز کہتے ہیں۔ ان پر اتمام حجت کے لیے قرآن و حدیث و عبارات علماء و محدثین کی تصریحات تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں۔

(واللہ ولی التوفیق)

# حضور علیہ السلام کا ظہور اور پیدائش موجب رحمت سے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ هَٰذَا قُلُّ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ پ ۱۰ ع ۱۰

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے، فرمادیکجئے! اور اسی کے فضل اور اسی کی رحمت سے تو اسی پر چاہیئے کہ وہ خوشی کریں وہ بہتر ہے اس سے کہ وہ جمع کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ نصیحت شفا و ہدایت و رحمت سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور شریف آمدی پر موقوف ہے۔ اور اللہ کی سب سے بڑی رحمت و نعمت حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان سب چیزوں پر خوش ہونے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ وہ نعمتیں ہیں جو لوگوں کی ہر نعمت و دولت سے بہتر ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کے ظہور پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے۔ اسے ناجائز قرار دینا انہیں لوگوں کا کام ہے۔ جو ظہور ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش نہیں۔

## نعمتِ الہی کو بیان کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ اپنے رب کی نعمت کو بیان کر۔

حضور صل اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ ہیں۔ (بخاری جلد ۲ ص ۵۶۶) لہذا حضور صل اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقدس اور بیانی مبارک از روئے قرآن کریم مطلوب و محبوب ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم  
حضور کی پیدائش کی خوشی منانے

بخاری شریف میں ہے ..

پر کافر کو یہی فائدہ ملتا ہے

حضرت عروہ فرماتے ہیں ثویبہ ابولہب کی باندی تھی جسے اس نے (حضور علیہ السلام کی پیدائش کی خوشی میں) آنا دکر دیا تھا۔ اس نے حضور علیہ السلام کو دودھ بھی پلایا، ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرت عباس) نے اُسے بہت بُری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا۔ ابولہب نے کہا: تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی، سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں۔ اس لیے کہ میں نے (حضور کی پیدائش کی خوشی میں) ثویبہ کو آنا دکر دیا تھا۔

قال عروہ ثویبة مولاة لابی لہب كان ابولہب اعتقها فارضعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکلمات ابولہب اریہ بعض اہلہ بشریبة قال لہ ما ذا بیت قال ابولہب لم الت بعد کم غیرنی سقیت فی ہذہ لتاقتی ثویبة . انتہی

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۴۶۴)

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے ..

سہیل نے ذکر کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مر گیا۔ تو میں نے ایک سال بعد اُسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بُرے حال میں ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد

ذکر السہیل ان العباس قال لعامات ابو الہب رایتہ فی منامی بعد حول فی شرمال فقال ما بقت بعد کم راحتہ الا ان العذاب یخفف عنی فی کل یوم



اثنین قال وذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
ولد یوم الاثنین وکانت ثویبتہ بشرت  
ابا لہب بمولده فاعتقہا۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۱۸)

مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن اتنی  
بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب  
کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس نے فرمایا  
یہ اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن  
پیدا ہوئے اور ثویبتہ نے ابولہب کو حضور علیہ السلام  
کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اُسے  
آزاد کر دیا تھا۔

یہ حدیث عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری طبع جدید جلد ۲ ص ۹۵ پر علامہ بدرالدین عینی  
حنفی نے بھی ارقام فرمائی۔ یہاں دو اعتراض پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب نہایت ضروری ہے۔

## اعتراض اول

قرآن مجید میں ہے : لا یخفف عنهم العذاب کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا  
جائے گا۔ ابولہب کافر تھا۔ اس کے حق میں تخفیف عذاب کیوں کر متصور ہو سکتی ہے؟

## جواب

اس اعتراض کے جواب میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں جن میں بعض بالکل رکیک اور  
قابل اعتبار ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جن پر وثوق کیا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شامی بخاری نے  
فتح الباری اکثر اقوال نقل فرما کر قابل وثوق مسلک نقل کیا۔ اور آخر میں اپنے قول سے بھی اسی کی تائید  
فرمائی۔ ان کا بیان حسب ذیل ہے۔

امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب ابولہب کے  
ساتھ خاص ہے اور اس شخص کے ساتھ جس کے حق

وقال القرطبی هذا التخفیف خاص بهذا  
ومن ورد النص فیہ وقال ابن منیر فی

الحاشية هنا قضيتان احداهما محال  
وهي اعتبار طاعة الكافر مع كفره لان  
نشرة الطاعة ان تقرب بقصد صحيح وهذا  
مقصود من الكافر الثانية اثابة الكافر  
على بعض الاعمال تفضلاً من الله تعالى  
وهذا لا يحيلة العقل فاذا تقرر ذلك  
لم يكن عتق ابى لهب لشوبهة قربته  
وبجوز ان يتفضل الله عليه بما شاء كما  
تفضل على ابى طالب والمتبع في  
ذلك الترفيف نفياً واثباتاً (نقلت)  
وتمتة هذا ان يقر التفضل المذكور  
اكراماً لمن وقع من الكافر البراءة و  
فحو ذلك والله اعلم .

(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۱۹)

میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی۔ ابن منیر نے  
حاشیہ میں کہا یہاں دو قضیے ہیں، ایک تو محال ہے  
وہ یہ کہ ہے، کافر کے کفر کے ساتھ اس کی طاعت کا  
اعتبار کیا جائے۔ استحالہ کی وجہ یہ ہے کہ طاعت کا  
معتبر ہونا قصد صحیح کی شرط سے مشروط ہے اور یہ کافر  
میں نہیں پایا جاتا۔ دوسرا قضیہ یہ ہے کہ کافر کو اس  
کے کسی عمل پر محض بطور تفضل کوئی فائدہ پہنچانا اور یہ  
بات عقلاً محال نہیں اور جب یہ دونوں باتیں ثابت  
ہو گئیں، تو جانا چاہیے کہ ابو لہب کا ثوبہ کو آزاد کرنا  
طاعت معتبرہ نہ تھی۔ اور اس کے عمل پر اگر اللہ تعالیٰ اپنی  
مشیت کے مطابق کچھ احسان فرما دے تو یہ ممکن ہے  
جیسا کہ ابو طالب پر احسان فرمایا۔ اور اس مسئلہ میں نفیاً  
اثباتاً توقیف ہی کی اتباع کی جاسکتی ہے۔ (یعنی  
تخفیف عذاب کی نفی و اثبات کا قول درود نص  
پر موقوف ہے جس کے حق میں جو کچھ نص میں وارد  
ہو۔ اس کی اتباع کی جائے گی۔

میں (ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں کہ ابن منیر کی اس تقریر کا تہم یہ ہے کہ ابو لہب پر تفضل یا اسی طرح  
کسی دوسرے کے حق میں جو احسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ اس ذات کے اکرام کے لیے ہوتا ہے۔  
جس کے لیے کافر نے کوئی نیک کام کیا ہو۔ (جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کہ ابو لہب نے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں ثوبہ کو آزاد کیا تھا۔ لہذا ابو لہب کے حق میں تخفیف عذاب  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام و اجلال کے لیے ہے)

## اعتراض دوم

سوال:- غیر مسلم کا خواب حجت نہیں۔ جس پر یقین کر لیا جائے؟

جواب:- ان خوابوں کا حجت شرعیہ نہ ہونا مسلم ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں کہ ان سے کسی حقیقتِ واقعہ پر کوئی روشنی پڑ سکے، اور کسی امر میں کم از کم استنباط کا فائدہ بھی ان سے متصور نہ ہو، غیر مسلم کے خواب کافی الجملہ سچا ہونا اور اس سے بعض حقائق کا پتہ چلنا۔ قرآن مجید سے ثابت ہے۔

دیکھئے یوسف علیہ السلام کے دو ساتھی جو کافر تھے: انہوں نے خواب دیکھے اور یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیریں بیان فرمائیں اور وہ بالکل صحیح اور سچی ثابت ہوئیں۔ اور ان دونوں آدمیوں کا کافر ہونا اس امر سے ظاہر ہے کہ خواب سننے کے بعد یوسف علیہ السلام نے انہیں ایمان و توحید کی طرف دعوت دی۔ لہذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس خواب سے جو انہوں نے کفر کے زمانہ میں دیکھی تھی۔ بطور استنباط ہم متاثر و رکبہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی منانا ابولہب جیسے کافر کے حق میں مفید ہو سکتا ہے۔ تو موسیٰ مخلص کے حق میں ولادت با سعادت پر اظہارِ مسرت بطریقِ اولیٰ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی اُمید کا سبب قرار پا سکتا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی شارح بخاری مؤلف اللذیہ، جلد ۱۲ پر یہی مضمون امام ابن جوزی سے نقل فرماتے ہیں:-

قال ابن الجوزی فاذا كان هذا ابو	ابن جوزی نے کہا کہ شبِ میلاد کی خوشی کی وجہ سے
لهب الكافر الذي نزل القرآن بدمه	جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ اس کے
جوزی في النار بفرحة ليلة مولده	عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ حالانکہ ابولہب
النبي صلى الله عليه وسلم فما	ایسا کافر ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا۔
حال المسلم الموحّد من امتة عليه السلام	تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی مومن و موحّد کا کیا
الذي يسر بمولده ويبذل ما تصل	حال ہوگا۔ جو حضور کے میلاد کی خوشی میں حضور کی
اليه قدرته في محبة صلى الله عليه وسلم	محبت کی وجہ سے اپنی قدرت اور طاقت کے



لعسری انما یكون جزاء من الله الکرم  
ان یدخله بفضل العیم جنات النعم،  
انتہی۔

موافق خرچ کرتا ہے۔ قسم ہے میری عمر کی اس کی  
جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل عیم سے  
جنات نعیم میں داخل کرے۔ انتہی

## عید میلاد منانا اور ماہ ربیع الاول میں اظہار فرحت و سرور اور صدقات خیر کرنا

بعض لوگ میلاد شریف کی محفل منعقد کرنے اور ربیع الاول میں خیرات و صدقات و  
اظہار فرحت و سرور کو بدعت سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ امام قسطلانی شارح بخاریؒ  
مواہب اللدنیہ میں ارقام فرماتے ہیں :-

حضور علیہ السلام کی پیدائش کے مہینے میں اہل اسلام  
ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں اور  
خوشی کے ساتھ کھانے پکاتے رہے اور دعوت  
طعام کرتے رہے ہیں۔ اور ان راتوں میں انواع و  
اقسام کی خیرات کرتے رہے اور سرور ظاہر  
کرتے چلے آئے ہیں۔ اور نیک کاموں میں ہمیشہ  
زیادتی کرتے رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے مولدِ کریم کی قرأت کا اہتمام خاص کرتے رہے  
ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل  
ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اور اس کے خواص سے یہ

ولا زال اهل الاسلام یختلفون بشهر  
مولده صلی اللہ علیہ وسلم ویعلمون  
الولائم ویصدقون فی لیلایہ با انواع  
الصدقات ویظہرون السرور ویذیذون  
فی المبارکات ویعتنون بقراءة مولد الکرم  
ویظہر علیہم من برکاتہ کل فضل عیم  
وما جرب من خواصہ انہ امان فی  
ذلک العام وبشری عاجلة بنیل البغیة  
والمرام فرحم اللہ امرأاً اتخذ لیلای  
شهر مولده المبارک اعیاداً لیکون أشد

علة على من في قلبه مرضٌ وعناد ولقد  
 اطنب ابن الحاج في المدخل في الافكار  
 على ما احدثه الناس من البدع و  
 الاهواء والقناعات بالالات المحرمة عند  
 عمل المولد شريف فان الله تعالى  
 يثيبه على قصده الجميل ويسلك  
 بنا سبيل السنة فانه حسبنا ونعم  
 الوكيل۔

مواہب اللدنیہ جلد اول ۲

مطبوعہ مصر

امر مجرب ہے کہ انعقادِ محفلِ میلاد اس سال میں  
 موجبِ امن و امان ہوتا ہے۔ اُدھ ہر مقصود و  
 مراد پانے کے لیے جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی  
 ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے  
 جس نے ماہِ میلادِ مبارک کی ہر رات کو عید بنا لیا  
 تاکہ یہ عید میلادِ سخت ترین عنت و مصیبت ہو جائے  
 اس شخص پر جس کے دل میں مرض و عناد ہے۔ اُدھ  
 علامہ ابن الحاج نے مدخل میں طویل کلام کیا ہے ان  
 چیزوں پر انکار کرنے میں جو لوگوں نے بدعتیں اُدھ  
 نفسانی خواہشیں پیدا کر دی ہیں۔ اُدھ آلاتِ محرمہ  
 کے ساتھ عمل مولود شریف میں غنا کو شامل کر دیا  
 ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قصہ جمیل پر ثواب  
 دے اُدھ میں سنت کی راہ پر چلائے، بے شک  
 وہ ہمیں کافی ہے۔ اُدھ بہت ہی اچھا وکیل ہے۔  
 علامہ قسطلانی کی عبارت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔

- ۱۔ ماہِ میلاد (ربیع الاول شریف) میں انعقادِ محفلِ میلاد اہل اسلام کا طریقہ رہا ہے۔
- ۲۔ کھانے پکانے کا اہتمام، انواع و اقسام کے خیرات و صدقاتِ ماہِ میلاد کی راتوں میں اہل اسلام  
 ہمیشہ سے کرتے رہے ہیں۔
- ۳۔ ماہِ ربیع الاول میں خوشی و مسرت کا سرور کا اظہار شعائرِ مسلمین ہے۔
- ۴۔ ماہِ میلاد کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا مسلمانوں کا پسندیدہ طریقہ چلا آیا ہے۔
- ۵۔ ماہِ ربیع الاول میں میلاد شریف پڑھنا اور قرأتِ میلاد پاک اہتمام خاص کرنا مسلمانوں

کا محبوب طرز عمل رہا ہے۔

- ۶۔ میلاد کی برکتوں سے میلاد کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہمیشہ سے ظاہر ہوتا چلا آیا ہے۔  
 ۷۔ محفل میلاد کے خواص سے یہ مجرب خاصہ ہے کہ جس سال میں محافل میلاد منعقد کی جائیں۔ وہ تمام سال امن و امان سے گزرتا ہے۔

۸۔ انعقاد محافل میلاد مقصود و مطلب پانے کے لیے بشریٰ عاجلہ و جلد انیوالی خوشخبری ہے۔

۹۔ میلاد پاک کی راتوں کو عید منانیوالے مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے اہل ہیں۔

۱۰۔ ربیع الاول شریف میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتا، اور ماہ میلاد کی ہر رات کو عید

منانا، یعنی عید میلاد منانا ان لوگوں کے لیے سخت مصیبت ہے جن کے دلوں میں

نفاق کا مرض اور عداوت رسول کی بیماری ہے۔

۱۱۔ علامہ ابن الحاج نے مدخل میں جو انکار کیا ہے۔ وہ انعقاد محفل میلاد پر نہیں، بلکہ ان بدعات اور

نفسانی خواہشات پر ہے۔ جو لوگوں نے محافل میلاد میں شامل کر دی تھیں۔ آلات محرمہ کے ساتھ

گانا، بجانا میلاد شریف کی محفلوں میں شامل کر دیا گیا تھا۔ ایسے منکرات پر صاحب مدخل نے

انکار فرمایا۔ اور ایسے ناجائز امور پر ہر سنی مسلمان انکار کرتا ہے۔ صاحب مدخل کی عبادات سے

دھوکہ دینے والوں کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ امام قسطلانی نے ان کا یہ ظلم بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیا،

حضرت علامہ شیخ محمد اسماعیل حق جفنی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:-

وقال الامام السيوطي قدس سره يستحب  
 لنا اظهار الشكر لمولده عليه السلام  
 امام جلال الدين سيوطي رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا  
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت  
 پر شکر ظاہر کرنا ہمارے لیے مستحب ہے۔  
 (روح البیان جلد ۹ ص ۵۶)

## ایک شبہ کا جواب

علامہ فاکہانی ماکلی نے عمل مولد کو بدعتہ مذمومہ لکھا ہے۔ اس کا کیا جواب ہوگا؟



جواباً گذارش ہے، کہ فاکہانی مالکی کا عمل مولد مقدس کو معاذ اللہ بدعتہ مذمومہ لکھنا خود مذموم ہے۔ عمل مولد کی اصل میں وہ تمام احادیث ہیں جن میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر اپنی پیدائش کا حال بیان فرمایا۔ اور اپنی نعت شریف پڑھنے کے لیے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا۔ علمائے اہل حق نے عمل مولد کی اصل کو ثابت مانا ہے۔ ایسی صورت میں اس کو بدعتہ مذمومہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ دیکھئے علامہ علی بن برہان الدین المحلی سیرۃ حلبیہ میں فرماتے ہیں :-

وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلاً من السننہ وکذا الحافظ السيوطی ورز علی الفاکہانی المالکی فی قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة۔ انتہی (سیرۃ حلبیہ جلد ۱ ص ۱۸۷)

بے شک عمل مولد کے لیے ابن حجر نے سنت سے اصل نکالی ہے۔ اور اسی طرح حافظ سیوطی نے بھی۔ ان دونوں نے فاکہانی مالکی پر اس کے اس قول میں سخت رد فرمایا ہے کہ (معاذ اللہ) عمل مولد بدعتہ مذمومہ ہے۔

نیز مجمع بحار الانوار میں ہے :-

مظہر منبع الانوار والرحمة شہر ربیع الاول وانہ شہراً مرمواً باظہار الفرح فیہ کل عام۔

ربیع الاول کا مہینہ منبع انوار اور رحمت کا مظہر ہے، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں ہر سال جنس اظہار مسرور کا حکم دیا گیا ہے۔

(مجمع بحار الانوار جلد ۳ ص ۱۵۵)

اور ثابت بالسنتہ میں ہے :-

ولا زال اهل الاسلام یحفلون بشہر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور اہل اسلام ہمیشہ محفلیں منعقد کرتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کے زمانے میں۔

(ثابت بالسنتہ ص ۴۹)

اس مقام پر حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پوری عبارت لکھی

ہے۔ جو مواہب اللدنیہ سے ابھی نقل کر چکے ہیں۔

الدلائل فی مبشرات النبی الامین میں بائیسویں حدیث کے ذیل میں ہے :-

”شاہ عبدالرحیم والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

میں ہر سال ایام مولد شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا کرتا ہے۔ ایک سال قحط سال کی وجہ سے مجھے ہونے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا۔ میں نے وہی چنے تقسیم کر دیئے۔ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی مجھے ہونے چنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چنوں سے بہت مسرور اور خوش ہیں۔“

(الدلائل ص ۵)

مولد النسبی میں ابن جوزی محدث شافعی نے نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ تمام بلا و عیب و عجم میں مغانل میلاد مبارک کے انعقاد کا ذکر فرمایا ہے۔ بخوبی طوالت صرت حوالہ پر اکتفا کیا۔

السان العیون، تفسیر روح البیان اور شہنام امدادیہ، فیصلہ ہفت مسئلہ میں بھی میلاد شریف کی مبارک محفلوں کے انعقاد کا بیان مذکور ہے۔ انشاء اللہ العزیز قیام میلاد کے ذیل میں ان کی عبارات ہدیہ ناظرین ہوں گی۔

# قیام میلاد اور صلوٰۃ و سلام

بعض لوگ میلادِ پاک میں قیامِ تعظیمن اور صلوٰۃ و سلام کو بھی بدعتِ مذمومہ کہتے ہیں، حالانکہ یہ طریقہ ان کے اکابر علماء اور مشائخ میں بھی جاری رہا۔ اور جلیل القدر ائمہ دین اور اعلامِ امت عمل مولد و قیام میلاد کے عاقل رہے۔

انسان العیون (سیرۃ جلیہ) میں ہے :-

ومن الفوائد انه جرت عادة من الناس اذا سمعوا بذكر وضعه صلى الله عليه وسلم ان يقوموا تعظيماً له صلى الله عليه وسلم وهذا القيام بدعة لا اصل لها اے لکن ہی بدعتِ حسنة لانہ لیس کل بدعت مذمومۃ۔

(سیرۃ جلیہ جلد اول صفحہ ۱۸)

ہر بدعتِ مذمومہ نہیں ہوتی۔

آگے چل کر اسی صفحہ پر فرماتے ہیں :-

وقد وجد القيام عند ذكر اسماء صلى الله عليه وسلم من عالم الامة ومقتدى الائمة دينا ودورا لالمام تقى الدين السبكي وتابعة على ذلك مشايخ الاسلام

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت قیام پایا گیا ہے۔ امت محمدیہ کے جلیل القدر عالم امام تقی الدین سبکی جو دین اور تقویٰ میں ائمہ کے مقتدار ہیں اور اس پر ان



فی عصرہ فقد حکى بعضهم ان الامام  
السبکی اجتمع عنده جمع کثیر من علمائے  
عصرہ فانشد منشد قول .....  
الصرصری فی مدحہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۵

قلیل المدح المصطفیٰ الخطب بالذهب  
علی ورق من خط احسن من کتب  
وان تخفض الاشراف عند سماعہ  
قیام صفوفا و حیثا علی الרכب  
فعند ذلک قال الامام السبکی رحمہ اللہ  
وجسیر من فی المجلس فحصل انس کبیر بذلک  
المجلس ویکنی مثل ذلک فی الاقتدار  
انتهی

(سیرۃ حلبیہ جلد اول صفحہ ۸)

کے تابع ہوئے۔ تمام مشائخ اسلام جو ان کے  
ہمعصر تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام سبکی کے  
پاس ان کے ہمعصر علماء کرام بکثرت جمع ہوئے  
ایک مداح رسول نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی مدح میں مصرعی رحمتہ اللہ علیہ کے یہ اشعار  
پڑھے

”اگر چاندی پر سونے کے حروف سے  
بہترین کاتب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح لکھتے  
تب بھی کم ہے۔“

بیشک عزت و شرف والے لوگ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر محیل سُکر صفت بہتہ  
قیام کرتے ہیں۔ یا گھٹنوں پر دوڑا نو ہو جاتے ہیں  
یہ اشعار سن کر تمام اہل مجلس، مشائخ و علماء  
بھی کھڑے ہو گئے اور اس وقت بڑا انس حاصل  
ہوا۔ مجلس پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی  
اور اس قسم کے واقعات مشائخ و علماء کی اقتدار  
کے بارے میں کافی ہوتے ہیں۔ ”انتهی“

ثابت ہوا کہ مسئلہ قیام میلاد میں امام سبکی اور ان کے ہمعصر مشائخ و علماء کی اقتداء کافی ہے۔

بالکل یہی مضمون اور منقولہ بالا دونوں شعرا و اس کے بعد امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام

رفقاء اہل مجلس کا قیام علامہ شیخ محمد اسماعیل حق بروسی خفنی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں ارقام

فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے تفسیر روح البیان جلد ۹ ص ۵۶۔

اور حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں :-  
 ”اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ  
 ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و  
 لذت پاتا ہوں۔“

(فیصلہ ہفت مسئلہ مطبوعہ قیومی پریس کانپور ص ۵)

یہی حاجی امداد اللہ صاحب شہان امدادیہ میں فرماتے ہیں :-  
 ”اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت  
 قیام میں حاصل ہوتی ہے۔“

(شہان امدادیہ ص ۸۸)

محفل میلاد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں حاجی امداد اللہ صاحب  
 مہاجر کی رختہ اللہ علیہ شہان امدادیہ میں فرماتے ہیں :-

”ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء  
 جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر  
 کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباعِ حرمین کافی ہے  
 البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمالِ تشریف  
 آوری کیا جائے۔ مضائقہ نہیں۔ کیوں کہ غلط مقید بزمان و مکان  
 ہے۔ لیکن عالمِ افرودنوں سے پاک ہے۔ پس قدمِ رنجہ فرمانا ذات  
 بابرکات کا بعید نہیں۔“ انتہی

(شہان امدادیہ ص ۹۳)

دنیا میں کر ڈروں جبکہ محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں۔ لیکن کسی محفل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم رنجہ  
 فرمانا حضرت حاجی صاحب کے نزدیک بعید نہیں۔ اور حضور کی تشریف آوری کا خیال کرنا ہی شرعاً کوئی

مضائق نہیں رکھتا۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے منکر ہیں۔ اس اعتقاد کو معاذ اللہ کفر و شرک سمجھتے ہیں۔ وہ شہام اداویہ کی منقولہ بالا عبارت کو خود سے پڑھیں۔

رہا یہ امر کہ قیام میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی کیا دلیل ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ارشاد خداوندی ہے ”صلوا علیہ وسلموا سلیماناً“ مطلق ہے۔ ہر وہ حالت جو شرعاً صلوٰۃ و سلام کے لیے کر وہ اور نامناسب نہیں۔ آیت کریمہ کی رو سے اس میں صلوٰۃ و سلام جائز ہوگا ساتھ ہی یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ قیام میلاد و ذوق و شوق کی حالت میں کیا جاتا ہے۔ اور یہ حال درود و سلام کے لیے موزوں اور مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت ”یا“ حرفِ ندا کے ساتھ بصفہ خطاب صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ کیوں کہ حالتِ ذوق میں محبوب کو خطاب کرنا فطری امر ہے۔ اور ”یا“ حرفِ ندا سے خطاب کو ناجائز سمجھنا انتہائی محروم القسمتی کی دلیل ہے۔

اورادِ فتحیہ میں ص ۳۲ سے ص ۳۴ تک ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“ کا ورد موجود ہے۔ اور اس میں ستر مرتبہ ”یا“ حرفِ ندا کے ساتھ صلوٰۃ و سلام دار ہے۔ اس میں اورادِ فتحیہ کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ انتباہ فی سلاسل اولیاء میں فرما ہیں :-

”وچوں سلام دہر باد اورادِ فتحیہ خواندن مشغول شود جب سلام پھیرے اورادِ فتحیہ پڑھنے میں مشغول  
کہ از تبرکات انفس ہزار و چہار صد ولی کامل ہو کہ ایک ہزار چار سو ولی کامل کے متبرک  
جمع شد است“ کلام سے جمع ہوا ہے۔

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۳۴ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی)

## الْحَمْدُ لِلّٰهِ

ہم اسے بیان کردہ حوالہ جات و عبارات سے اعتقادِ محفل میلاد کا استجاب اور قیام میلاد و صلوٰۃ و سلام کا جائز اور موجب از زیادہ محبت و باعثِ ذوق و شوق ہونا اچھی طرح



واضح ہو گیا۔ معترضین کے شکوک و شبہات کے جواب بھی احن طریقے سے دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سید عالم نور محمد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنے مرضیات پر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سید احمد سعید فاضل غفر

جناح روڈ ساہیوال

مکتبہ فریدیہ

علمائے اہل سنت کی تصانیف بالخصوص اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ و حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب بدایونی و حضرت علامہ قبلہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہم العالی کی قدیم و جدید تالیفات اور اردو، عربی، فارسی، درسی و غیرہ ہر قسم کی عمدہ اور سستی کتابیں مہیا کی جاتی ہیں۔

ساہیوال میں اہلسنت و جماعت کا کوئی مرکزی کتب خانہ موجود نہ تھا۔ اس لیے

**مکتبہ فریدیہ** قائم کیا گیا ہے۔ جو نہایت اعلیٰ معیار

کا کتب خانہ ہے۔ اور اہلسنت کی تمام دینی و مذہبی کتب مہیا کر رہا ہے۔ اہلسنت خاص توجہ فرمائیں۔

حافظ نعمت علی حشری

عندلیب باغ طیبہ حضرت سید محمد مرغوب صاحب اختر الحامدی مدظلہ العالی حیدرآباد

اختر برجِ رفعت پہ لاکھوں سلام  
آفتابِ ربالت پہ لاکھوں سلام  
مجتبیٰ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام  
مصطفیٰ جانِ حمت پہ لاکھوں سلام  
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کی عظمت پہ صدقہ و قاری حرم  
نوشہ بزمِ پروردگارِ حرم  
جس کی زلفوں پہ قرباں بہارِ حرم  
شہرِ یارِ ارم، تاجدارِ حرم  
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

روحِ دانش و ظہ پہ دائم درود  
تاجدارِ تدتے پہ دائم درود  
حسنِ روتے مجلے پہ دائم درود  
شبِ اسرا کے دولہا پہ دائم درود  
نوشہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

جھک گیا جس کے آگے ادب سے حرم  
کمر گئے نصبِ جوشش جہت میں علم  
رفعتِ لامکاں جس کے زیرِ قدم  
سرورِ تازہ قدم مغنہ رازِ حکم  
یکہ تازہ فضیلت پہ لاکھوں سلام

جس کے قدموں پہ سجدہ کریں جانور  
وہ میں محبوبِ رب مالکِ بحر و بر  
منہ سے بولیں شجر، دیں گواہی حبر  
صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر  
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

کتنی ارفع ہے شانِ حبیبِ خدا  
مقتدی جس کے سب، سب کا جو مقدا  
مالکِ دوسرا، سرورِ انبیاء  
جس کے زیرِ لواء، آدم و من سوا  
اُس سرائے سعادت پہ لاکھوں سلام

یہ سراپا حسیں، رب ہے مطلق جمیل  
اب نہیں اس میں گنجائشِ قال و قیل

یہ بھی اک ایک ہے، جیسے رب بے دلیل بے سہم و قسیم و عدیل و مثیل !

جو ہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام

روز و شب سرورِ انبیاء پر درود ہر گھڑی ہر نفس مصطفیٰ پر درود

گنج ہر زاہد و پارسا پر درود کنز ہر بیکس و بے نوا پر درود

خزیر ہر رفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام

جو ہیں غنوارِ شاہ و گدا ہر نفس جن کے جلووں سے معدوم حرص و ہوس

ساری دنیا ہے جن کی نمک خوار بس خلق کے وادرس سب کے فریادرس

کہتے روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بچاؤ کی طاقت پہ لاکھوں درود مجھ سے بے کل کی راحت پہ لاکھوں درود

مجھ سے بے گھر کی جنت پہ لاکھوں درود مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود

مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

خسرو بزمِ قوسین و عرش و دنے درۃ التاج سلطانِ حسل اتی

نورِ شمس الضحیٰ، غلّ بدر الدجی .. شمع بزمِ دنے ہو میں لم کن انا

شرحِ متنِ ہویت یہ لاکھوں سلام

بیقراروں کی راحت پہ اعلیٰ درود !! غمخواروں کی مسرت پہ اعلیٰ درود

لی مع اللہ شامیت پہ اعلیٰ درود ربِّ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود

حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

رہبرِ دین و دنیا پہ بے حد درود شافعِ روزِ عقبیٰ پہ بے حد درود

ہم ضعیفوں کے طبیب پہ بے حد درود ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود

ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس پہ قرباں ہیں، طوبیٰ کی رعنائیاں طاہرانِ قدس جس کی ہیں قسریاں



اُس سہی سرورِ قامت پہ لاکھوں سلام  
جس کی توصیف والخبسم طہ صفا  
جس کی تعریف ”مطلق جمالِ خدا“  
جس کی تفسیر والشمس اور والضمی

اُس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام  
رفتیں بہرِ سجدہ جہاں خسم رہیں  
بہرِ آداب کرد بیاں خسم رہیں  
روز و شب، کعبہ و لامکاں خسم رہیں  
جس کے آگے سرِ سروراں خسم رہیں  
اِس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

”منہ اندھیرے“ ضیائے سحر کی رمق  
”چرخ و لیل“ پر ”والضمی کی شفق“  
صبح کے خطے یا پردہ شب ہے شق  
”لیلة القدر“ میں ”مطلع الفجر“ حق

مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام  
وصفِ گوشِ نبی اور میں کج مزاج زبان  
جن پہ قربان، حسنِ سماعت کی جان  
ہے ”سجود القسرا“ شمع جن کی شان  
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام  
جس کے چہرے پہ جلووں کا پہرا رہا  
حسنِ جس کا ہر اک ”چھب“ میں گہرا رہا  
نخبم و طہ کی جبرمٹ میں چہرا رہا  
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام  
لامکاں کی بھییں بہرِ سجدہ جھسکی  
غمتِ قبلہ دین و دنیا جھسکی  
رفتِ منزلِ عرشِ اعلیٰ جھسکی  
جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھسکی

اُن بھنودوں کی بیخافت پہ لاکھوں سلام  
جس کے جلوے زمانے میں چھانے لگے  
جس سے ظلمت کدے نور پانے لگے  
جس کے ضوے اندھیرے ٹھکانے لگے  
جس سے تاریکِ دل جگمگانے لگے

اُس چمک وال رنگت پہ لاکھوں سلام

جس کے عالِ مقامات وحی خدا

جس کے غیبی اشارات وحی خدا

جس کے الفاظ آیات وحی خدا

چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

قلزم معرفت، نہرِ عسدرِ فال بنے

بحرِ توحید، دریائے ایمان بنے

میں سرچشمہ، آبِ حیاں بنے

اس زلالِ ملاوت پہ لاکھوں سلام

رحمتِ حق کی ہونے لگیں بارشیں

دین و دنیا کی لٹنے لگیں دولتیں

کھول دیں جس نے اللہ کی حکمتیں!

اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

جس کے تابع ہیں، مقبولیت کے اصول

منحصر جس پہ ہے رحمتوں کا نزول

وہ دُعا جس پہ صدقے درود و نیکے پھول

اُس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

مضطرب غم سے ہوتے ہوئے ہنس پڑیں

رنج سے جان کھوتے ہوئے ہنس پڑیں

بخت جاگ اٹھیں سوتے ہوئے ہنس پڑیں

اُس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

دین و دنیا دیئے، مال اور زر دیا!

حور و غلمان دیئے، خلد و کوثر دیا

دامنِ مقصدِ زندگی بھرد دیا!

موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

ڈوبا سورج کسی نے بھی پھیرا نہیں

کوئی مثلِ یُد اللہ دیکھا نہیں!

جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانہ نہیں

جس کو بارِ دو عالم کی پرواہ نہیں

ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

عاصیوں کی بھلائی کے چمکے ہلال !  
تقید غم سے رہائی کے چمکے ہلال !  
ملوہ مصطفائی کے چمکے ہلال !  
عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ہلال !

ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

عقل حیدر ہے اور اک کو ہے جنوں  
کیف ہے سر بہ سجدہ خسر و سرنگوں  
کون پہنچا ہے، تا حدِ سرِ دروں  
دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں

غنیہ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام

آسمان ہلک اور جو کی روٹی غذا  
لامکاں ہلک اور جو کی روٹی غذا  
کنن نکاں ہلک اور جو کی روٹی غذا  
گل جہاں ہلک اور جو کی روٹی غذا

اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

بے بسوں کی قیادت پر کھنچ کر بندھی  
بے بسوں کی رفاقت پہ کھنچ کر بندھی  
عاصیوں کی امانت پہ کھنچ کر بندھی  
جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی

اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

جب ہوا ضو نگن دین و دنیا کا چاند  
آیا خلوت سے جلوت میں اسرا کا چاند  
نکلا جس وقت مسعود بطحا کا چاند  
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

افتخارِ دو عالم ہے، اُن کا وجود  
وہ سرا پاکرم ہیں، برتِ وود  
اُن پہ ہوتا ہے آپد، رحمتوں کا ورود  
پہلے سجدے پہ روزِ ازل سے ورود

یاد گاری اُمت پہ لاکھوں سلام

مثلِ مادرِ حلیمہ پہ احسان کریں  
اُن کا بخشش کا طفلی میں ساماں کریں  
پاسِ حقِ رضاء کا ہر آں کریں  
بھائیوں کے لیے ترکِ پستاں کریں



دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

دل کش مردِ لربا پیاری پیاری پھبن  
خود پھبن نے بھی دیکھی نہ ایسی پھبن  
جس پہ قربان اچھی سے اچھی پھبن  
اللہ اللہ وہ بچنے کی پھبن

اُس خدا بجاتی صورت پہ لاکھوں سلام

کیفِ خوشبوئے ایماں فزا پر درود  
مشکِ انساں معطر ہوا پر درود  
بند کلیوں کی شدم و حیا پر درود  
اُٹتے بوٹوں کی نشوونما پر درود

کھلتے غنچوں کی نکبت پہ لاکھوں سلام

مولدِ ذاتِ یکتا پہ یکتا درود  
آمدِ شاہِ والا پہ اسلے درود  
تا قیامت شب و روز صد درود  
فصلِ پیدائشی پہ ہمیشہ درود

کھینے سے کراہت پہ لاکھوں سلام

طرزِ گفتارِ حضرت پہ شیریں درود  
شہدِ آمینِ لذت پہ شیریں درود  
شاعرِ شیر و شربت پہ شیریں درود  
میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود

اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام

اک ادا ہے خدا بجاتی ، اطوار میں  
شانِ محبوبیت کی ہے ، کمر دار میں  
دشت میں یادِ حق ہے ، کبھی غار میں  
روزِ گرم و شبِ تیسر و تار میں

کوہ و صحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام

جس کے زیرِ نگیں ہیں ، سماک و سمک  
جس کے حلقے میں ہیں چاند سورج فلک  
جس کا سکہ دال ، فرش سے عرش تک  
جس کے گھرے میں ہیں ، انبیا فلک

اُس جہانگیرِ بخت پہ لاکھوں سلام

شرم سے آنکھ تارے جھپکنے لگے !  
منہ مر و مہرِ حیدت سے تیکنے لگے  
ذرتے خورشید بن کر چمکنے لگے !  
اندھے شیخے جھلا جھل دکنے لگے !

## جلوہ ریزی دعوت پہ لاکھوں سلام

وقفِ حمد و ثنائے پہ بے حد درود      ہر گھڑی ذاکرِ رب پہ بے حد درود  
اُن کے ہر طور پر ڈھب پہ بے حد درود      لطفِ بیداری شب پہ بے حد درود

## علم خوابِ راحت پہ لاکھوں سلام

خود سروں کی تنی گز و نیں ٹھک گئیں      سرکشوں کی انھی گز و نیں ٹھک گئیں  
تھی خواہی وہی گز و نیں ٹھک گئیں      جس کے آگے کھنچی گز و نیں ٹھک گئیں

## اُس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام

فرقِ مطلوب و طالب کا دیکھے کوئی      قصہ طور و مسراج سمجھے کوئی  
کوئی بے ہوش، جلووں میں گم ہے کوئی      کس کو دیکھا؟ یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی

## آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

تھے صحابہ میں یوں آمنہ بی کے لال      جیسے تاروں کی جھڑپ میں بدر کمال  
علقہ نور میں نستیر لازوال !!      گرد و مہر، دستِ انجم میں رخشاں ہلال

## بدر کی دفعِ ظلمت پہ لاکھوں سلام

اُن کے پاکیزہ گیسو پہ لاکھوں درود      ان کی عنبرِ نشاں بو پہ لاکھوں درود  
اُن کے آئینہ رو پہ لاکھوں درود      الغرض اُن کے ہر مو پہ لاکھوں درود

## اُن کی ہر نحو و خصلت پہ لاکھوں سلام

ذاتِ یکتا کے اُن پر کم و روں درود      ربِّ کعبہ کے اُن پر کم و روں درود  
حق تعالیٰ کے اُن پر کم و روں درود      اُن کے مولیٰ کے اُن پر کم و روں درود

## اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

جس میں پاکیزگی کے ”گل“ ایسے کھلے      جس سے حقیقت کے ”گلشن“ معطر ہوئے  
خلدِ تقدیس و عصمت ہمک جس سے لے      آپِ تطہیر سے جس میں پودے بے

اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

منہر "مصدر ذات ربّ قدیر" جن کے دیکھے سے ہوتے ہیں روشن ضمیر  
"ماہِ توحید" کے تمہاتے منیر "خونِ ذہبِ الرسل" سے ہے جن کا خمیر

اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

راحتِ جانِ سلطانِ ہر دوسرا ! نورِ چشمِ جنابِ حبیبِ خدا  
عینِ لختِ دلِ سرورِ انبیار اُس بتولِ حُجّر پارہِ مُصطفیٰ

محمدؐ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

صادقہ، صالحہ، صائمہ، صابره، صافِ دل، نیکِ خو، پارسا، شاکرہ  
عابدہ، زاہدہ، ساجدہ، ذاکرہ سیدہ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ

جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

گوہرِ فاطمہ، مرکزِ اقیار... پسِ مرتضیٰ، مرجعِ اصفیاء  
نور، نورِ خدا، سرورِ اولیاء حسنِ مجتبیٰ، سیدِ الاسنیاء

راکبِ دوشِ عشرت پہ لاکھوں سلام

تاجِ رجب کا شاہِ گلگوں قبا ! کشتہ ہر جفا شاہِ گلگوں قبا  
وہ قتلِ رضا، شاہِ گلگوں قبا ! اُس شہیدِ بلا، شاہِ گلگوں قبا

بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

فرشِ پرستی مگر عشرتِ منزل ہوئی یعنی جلوۂ کرمِ حسنِ کامل ہوئی  
عرشِ والے کے جلوؤں کی حامل ہوئی عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی

اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

شمعِ تابانِ عشرتِ آستانِ نبی غم گسارِ نبی، طبعِ دانِ نبی  
راحتِ قلب و روحِ روانِ نبی ! نبیِ صدیق، آرامِ جانِ نبی



منظہرِ جبرِ امجد ، امام الرشید ! خاصِ فرزندِ ارشد ، امام الرشید  
سعد و مسعود و اسعد ، امام الرشید ! سیدِ آلِ محمد ، امام الرشید

گلِ رومنِ ریاضت پہ لاکھوں سلام

جس کی سرکار ہے ، بارگاہِ قبول جس کے دربار میں ادلیار ہیں شمول  
جس پہ ہے ، رحمتِ مصطفیٰ کا نزول حضرت حمزہ شیر خدا اور رسول !

زینتِ قادریت پہ لاکھوں سلام

غنیچہ ” باغ ” جو دو نوالِ رسول پرتو ” شمع ” جاہ و جلالِ رسول

جلوہ ” طور ” حسن و جمالِ رسول نورِ جانِ عطسہِ مجموعہ آلِ رسول

میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

بھیک لیتے ہیں ، جس در سے اہل مراد خم جہاں اصفیاء کا سراعتاد

مرکزِ مدینہ ” نورِ قلمِ یغیاد و زیب ستادہ ستادِ نورِ نہاد

احمدِ نورِ طینت پہ لاکھوں سلام

ہے خدایا کرمِ بارتسیدی جناب از طفیلِ جناب رسالتِ تاب

وہ کہ جن کا ہے لیس طہ خطاب بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب

تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

میں بھی ہوں اک گدائے درِ ادلیار میں بھی ہوں اک سگِ کوئے غوثِ اللہ

میں بھی ہوں ذرہ کو چہ مصطفیٰ تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا

بندہ ننگِ خلقت پہ لاکھوں سلام

تیری رحمت ہے ، ان پہ پرتوِ فگن ان پہ ہو سایہ لطف ، شاہِ زمیں

دیر تک یہ درخشاں رہے انجمن میرے استادِ ماں باپ بھائی بہن

اہلِ ولد و مشیرت پہ لاکھوں سلام

وہ غنی کیوں نہ تقدیر کا ہو وہی  
شرح نور علی نور ہے زندگی !  
جس نے پائے ہوں وہ لعل کاں نبی  
دور منشور قسراں کی سلک بھی

زوج و نور عفت پہ لاکھوں سلام

گنج لطف و کرم ابرجود و عطا  
سرور اسخار ، سید الاغنیاء  
حاتم دولت شاہ ارض و سما  
یعنی عثمان صاحب قمیض ہدی

حدہ پوشش شہادت پہ لاکھوں سلام

سرور اولیائے زمان و زمین  
باب علم شہنشاہ دنیا و دین  
مرکز معرفت ، اصل علم الیقین !  
مرتضیٰ شیر حق ، شیخ الاشجعین

ساتی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

شیخ راو ہدے ، وجہ وصل خدا  
حیدری سلسلہ ، وجہ وصل خدا  
ذات شکل کشا ، وجہ وصل خدا  
اصل نسل صفا ، وجہ وصل خدا

باب فصل ولایت پہ لاکھوں سلام

افسر شکر فاتحانِ زمن !  
بازوئے مصطفیٰ ، پنجہ پنہن  
تینغ انا فتحنا ہے جو ہر نگین  
شیر شمشیر زن ، شاہِ خیر شکن

پر تو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

مصطفیٰ کی خوشی صرف جن کی طلب  
شامل حلقہ دین و محبوبِ رب  
ہے خدا کی رضا ، زندگی کا سبب  
مومنین پیش فتح و پس فتح سبب

اہل خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام

اُس نظر کا مقدر ہے کس اوج پر  
اُس نظر پر فدا تا باب چشم سحر  
اُس کی تقدیر ہے کس قدر بختم  
جس مسلمان نے دیکھا انہیں اک نظر

اُس نظر کی بشارت پہ لاکھوں سلام

اُبیرِ جود و عطا کس پہ ؟ برسا نہیں  
کس جگہ ؟ اور کہاں ؟ تیرا قبضہ نہیں  
تیرا لطف و کرم کس پہ ؟ دیکھا نہیں  
اک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں  
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

آفتابِ قیامت کے بدلے ہوں طور  
جبکہ ہو ہر طرف ”نفسی نفسی“ کا شور  
جب کسی کا کسی پر نہ چلتا ہو زور  
کاش مٹھریں جب اُن کی آمد ہو اور  
بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مرشدی شاہ احمد رضا خاں رضا  
فیض یابِ کمالاتِ حِساں رضا  
ساتھ آہستہ بھی ہو زمرہ خواں رضا  
جبکہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا  
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

السلام اے سبز گنبد کے مکین  
السلام اے باکمال و باجمال  
السلام اے حُسن کے ماوِ تمام  
دست بستہ ہیں کھڑے حاضر غلام  
یا الہی از پئے زلفِ رسول  
یہ سلام عاجزانہ ہو قبول

اے سخی تیرا سخی دربار ہے۔  
گر کرم کر دو تو ایسے پڑا پار ہے۔



الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ

کتابت تعلیم کنندہ : مولانا محمد سعید صاحب سیدی خلیف جامع مسجد نور غانیہ





# خوشخبری

زلزلہ کے جواب میں لکھی گئی کتابوں کا تنقیدی جائزہ

علامہ ارشد القادری کے قلم کا نیا شاہکار



از قلم: رئیس التحریر علامہ ارشد القادری

فکر و نظر کی دُنیا میں پھر ایک صحت مند انقلاب کی دھمک  
پاکستان میں پہلی مرتبہ منصہ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہے۔

سائز: ۸×۱۲ - صفحات: ۳۰۰ - سفید کاغذ - خوبصورت اور مضبوط جلد

— آئسٹ طباعت - قیمت: ایکسٹریا روپے ہر فنڈ —

منے کا پتہ: مکتبہ فریدیہ - جناح روڈ - ساہیوال